

ایک ہی معبود ہے

”اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ آدمیوں کے نفع کی چیزیں اور اسباب لے کر سمندر میں چلتے ہیں اور بارش کے پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا۔ پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد تروتازہ کیا اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیے اور ہواؤں کے پھیرنے اور بدلنے میں اور بادلوں میں جو زمین کے اور آسمان کے درمیان مقید و معلق اور حکم سے بندھے ہیں۔ البتہ بے شمار نشانیاں اور (توحید) کے دلائل (موجود) ہیں، ان لوگوں کے لیے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔“ (البقرہ: ۱۶۴، ۱۶۵)

دعا کے آداب و شرائط

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آدمی کو اخلاص و حضور قلب اور انکساری و خشوع خضوع سے دعا کرنی چاہیے، ارشاد ہے: ﴿ادْعُو رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا﴾ یعنی ”اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرو۔“ دعا میں حقیقی ابہتال و تضرع پیدا کرنے کی ضرورت ہے ایسی دعا مانگے کہ تضرع و عاجزی سے انسان ہمہ تن دعا بن جائے۔ ایسے لوگوں کی بڑی تعریف بیان ہوئی ہے جو اپنی حاجت کو رغبت سے طلب کرتے ہیں، ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا﴾ یعنی ”وہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہم کو شوق و ڈر سے پکارتے تھے۔“

۲۔ اپنے گنہگار و خطا کار ہونے کا اعتراف کرے اور آئندہ احتیاط کا عہد کرتے ہوئے دعا مانگے۔

۳۔ اپنے نیک کاموں کا واسطہ دے کر دعا کرے اس سے دعا قبول ہوتی ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے کہ تین آدمی سفر میں تھے، بارش آگئی تو بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے اوپر سے ایک پتھر گرا، غار کا دہانہ بند ہو گیا ہر ایک نے اپنے اپنے نیک عمل کے واسطے سے اخلاص کے ساتھ دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سنی اور ان کو اس مصیبت سے نجات دے دی۔ (صحیح بخاری)

۴۔ دعا سے پہلے وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھنی مسنون ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَدَعَا رَبَّهُ إِلَّا كَانَتْ دَعْوَتُهُ مُسْتَجَابَةً مُعَجَّلَةً أَوْ مُؤَخَّرَةً۔ (طبرانی) یعنی ”جس نے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے رب سے دعا کی تو اس کی دعا دیر سویر ضرور مقبول ہوگی۔“

۵۔ دعا سے پہلے اور دعا کے آخر میں حمد و ثنا (یعنی اللہ کی تعریف) اور صلوٰۃ یعنی درود شریف پڑھنا چاہیے اس سے دعا میں خیر و برکت اور قبولیت آتی ہے۔ (ترمذی)

۶۔ دعائیہ الفاظ کو بار بار مکرر نہ کر پڑھنا چاہیے اور دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اور جب تک دعا قبول نہ ہو دعا کرتے رہنا چاہیے اور یہ کبھی نہ کہنا چاہیے کہ میں اتنے دنوں سے دعا کر رہا ہوں قبول نہیں ہوتی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يُعَجِّلْ يَقُولُ دَعْوَتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ یعنی ”تمہاری دعا قبول کی جاتی ہے جب تک کہ جلدی نہ کرو۔ جلدی یہی ہے کہ کہو میں دعا کرتا ہوں قبول نہیں ہوتی۔“

۷۔ قبولیت دعا کے لیے ایک بڑی شرط یہ بھی ہے کہ آدمی صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور غیروں سے التجا و استدعا کرنے کا خیال دل سے یک دم نکال دے یعنی اگر آدمی اللہ سے دعا مانگے اور مختلف قبروں، تعزیوں، مزارات سے بھی مرادیں پوری کرنے کا طالب ہو تو یہ شرک ہوگا۔ الغرض صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے پر قبولیت کا وعدہ ہے، ارشاد ہے: ﴿ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ یعنی ”صرف مجھ کو پکارو تمہاری دعا میں قبول کروں گا۔“ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ یعنی ”میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جبکہ وہ خالص مجھ کو پکارے۔“ ارشاد ہے: ﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ یعنی ”اللہ تعالیٰ کو اخلاص سے پکارو اور دعا کرو اگر اس طرح سے پوری حاضری قلب اور تضرع و عاجزی و اخلاص اور دیگر آداب پر عمل کرتے ہوئے آدمی دعائیں کرے تو ایسی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔“

۸۔ قبولیت دعا کی ایک اور بڑی شرط یہ ہے کہ حرام چیزوں کے کھانے پینے سے پرہیز کرے اور گناہ و ظلم و غیرہ اعمال سے باز رہے۔ حرام خوری اور ظالمانہ اعمال سے باز نہ رہنے پر دعاؤں کا کچھ اثر اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا لیکن جب صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے گی اور اس میں تضرع و ابہتال و عاجزی اور ظلم و حرام سے پرہیز کی شان ہوگی تو دعا ضرور قبول ہوگی۔ چنانچہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مخلص و باعمل بندوں کی دعائیں قبول ہوتی رہیں۔ (ماخوذ)

فہرست

		☆ جواہر پارے	ایک ہی معبود ہے	
		☆ کلمہ طیبہ	دعا کے آداب و شرائط	
2	(حافظ احمد شاہ کر)	☆ ادارہ	دلی دوست	
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)	☆ درس قرآن	تفسیر سورہ فاطر..... (۳۲)	
7	(حافظ محمد اشرف سعید)	☆ درس حدیث	توفیق الباری	
9	(مفتی عبید اللہ خان عقیف)	☆ افتاء	قربانی کے متعلق آٹھ سوالات	
11	(مفتی عبید اللہ خان عقیف)	☆ احکام و مسائل	قربانی کے مسائل و آداب	
17	(مولانا عزیز زبیدی)	☆ احوال آخرت	دوزخیوں اور جنتوں کی کہانی..... (۶)	
22	(عمر فاروق قدوسی)	☆ حالات حاضرہ	ڈینگلی وائرس سے بچنے کے نبوی نسخے	
25	(عطاء محمد جموعہ)	☆ مذاہب باطلہ	قادیانی شبہات کا ازالہ..... (۵)	
29	(عبدالرحیم اظہر الکمریمی ڈیروی)	☆ یاد رفتگان	مولانا ابو حفص عثمانی رحمہ اللہ	
	(مولانا فضل الرحمن بن محمد)	☆ شعر و ادب	کلمہ حق	

دلی دوست کون

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مجید و فرقانِ جمید میں بہت سے مقامات پر کفار سے دوستی، کفار کو ہم راز بنانے بلکہ ان پر اعتماد کرنے سے سخت الفاظ میں صرف منع ہی نہیں فرمایا بلکہ اس عمل پر وعید کا ذکر بھی فرمایا ہے، ان میں اکثر آیات و مقامات کا کبھی تفصیل اور کبھی اختصار کے ساتھ ان صفحات میں ذکر بھی کیا جاتا رہا۔ آج امریکا کی خود غرضانہ دوستی کا ذکر اخبارات میں کثرت سے کیا جا رہا ہے اور امریکا مخالف اپنے مضامین، کالموں اور بیانات میں کہیں بھی اور کسی بھی درجہ دینی احکامات کی روشنی میں امریکہ سے تعلقات یکسر ختم کرنے کا ذکر نہیں کرتے بلکہ یہ سارے حضرات اس امریکا کی جفاؤں، دھوکوں اور جھوٹوں کو ذکر کرتے ہیں جس کی پالیسی میں جھوٹ..... عیب نہیں..... بطور ایک پالیسی کے داخل ہے۔ قضیہ فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، اور قبرص میں خونِ مسلم کی ارزانی، ایران عراق جنگ، عراق کویت تصادم، سقوط مشرقی پاکستان میں چھٹے بحری بیڑے کی آمد جیسے جھوٹوں کے ہم سب گواہ ہیں۔ ہماری آنکھوں دیکھنے کی بات ہے کہ حادثہ بہاولپور، ایٹمی توانائی کا بغض، عراق میں مہلک ہتھیاروں کی تیاری، ۱۱/۹ کے افسانے کے بعد افغانستان میں اس کا شب خون جیسے کذب و افترا پر اس کو کبھی ندامت نہیں ہوئی کہ یہ اس کی پالیسی ہے۔ اسامہ نامی ایک ہیولے اور القاعدہ جیسے مفروضے کی آڑ لے کر پاکستان کے قبائلی اور شہری علاقوں میں اس کی فضائی دہشت گردی، خود کش حملوں کی یلغار، بے نظیر صاحبہ کا جرم بے گناہی میں قتل، ریمینڈ یوس کا ”باعزت“ فرار، وطن عزیز کے اہم عسکری مقامات کی تباہی، اسامہ کی مبینہ ہلاکت اور اب آئی ایس آئی کے حقانی نیٹ ورک کے ساتھ رابطے (جس کا انکار بھی کیا جا رہا ہے اور انزام بھی دھرا جا رہا ہے) جیسے الزامات کی حقیقت ہم سب پر آشکار ہو چکی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان سب معاملات میں امریکا اکثر بلا واسطہ اور کہیں بالواسطہ شریک رہا ہے، جو بے رحم تاریخ میں محفوظ ہے جسے اگر ہم نہ پڑھ سکے تو آنے والی نسلیں پڑھیں گی۔ المیہ یہ ہے کہ ہم ہی نہیں بلکہ پوری مسلم دنیا مغربی عشوہ طراز کی بری طرح اسیر ہے اور اس لیے اسیر ہے کہ ان سب نے امریکا کو بطلانہ (رازدان) بنایا ہوا ہے جب کہ پالیسی کے طور پر وہ مسلمانوں کو خبالا (گنجا کرنے) یعنی تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے جب کہ قرآن مجید کی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۸، ۱۱۹ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے:

”مسلمانو! جو مسلمان نہ ہوں ان کو اپنا ہم راز نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی میں کمی نہیں کرتے، تمہاری تکلیف سے ان کو خوشی ہوتی ہے، ان کی باتوں سے دشمنی کھل گئی ہے اور جو دشمنی ان کے دلوں میں چھپی ہے وہ اس سے بھی زیادہ۔ ہم تم سے پتے کی باتیں نہ کہہ دیں اگر تم سمجھ سکتے ہو۔ تم ان کے دوست ہو وہ تمہارے دوست نہیں حالانکہ تم سب کتابوں کو مانتے ہو۔“

اسلام میں مسلمانوں کے اعمال کی بنیاد نیت پر رکھی ہے۔ اب جو لوگ امریکا کو چھوڑ دینے یا اس کے احکامات تسلیم نہ کرنے کے مشورے دے رہے ہیں وہ اس کی روایتی دھوکہ دہی، بے وفائی، طوطا چاشنی، خود غرضی اور مفاد پرستی کے عنوان پر یہ مشورے دے رہے ہیں، اگر وہ علماء سے غیر مسلم دوستی کی شرعی حیثیت معلوم کر کے اپنے علم و ادراک سے خالص تعلیماتِ اسلامیہ کی رو سے امریکا سے اعراض اور بے نیازی کا مشورہ دیں تو اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نصرت و تائید اس طرح شامل ہو جائے گی اور اس کے ثمرات و فوائد اس قدر ہمیں نصیب ہوں گے کہ ہمارا وہم و گمان بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ صرف نیت (جسے سیاسی زبان میں قبلہ کہا جاتا ہے) درست کرنے کی ضرورت ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ سیاسی تو سیاسی مذہبی جماعتیں اور ان کے قائدین نے بھی اس پہلو سے شاید ہی کبھی سوچا ہو جب کہ توبہ و استغفار کی اپیلیں ہم سب ہی کرتے ہیں۔ ملی طور پر ہم جن گناہوں

سے آلودہ بلکہ عادی ہو چکے ہیں ان سے صرف توبہ ہی کر لیں اور کفار سے شرعی طور پر دوستی ترک کرنے کی پالیسی اپنائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم پر اب بھی نصرت و تائید اور اپنی رحمت سایہ گلن کر دے گا۔ ان شاء اللہ

اس صریح اور واضح آیت کے بعد صرف ہمارے مسلمان حکمران اگر سبق نہ سیکھیں تو پھر تقدیر کو دوش دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے! مسلم و غیر مسلم دوستی کو اگر دوسرے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو کئی اور پہلو بھی سامنے آجاتے ہیں، مثلاً امریکا کی مشروط امداد سے ہٹ کر جو دیگر غیر مسلم ممالک وطن عزیز یعنی پاکستان یا اس کے عوام..... یعنی مصیبت زدگان..... کی مدد کرتے ہیں وہ ملک پاکستان کو امداد دیتے ہیں لیکن ہوتا اکثر ایسے ہے کہ ایسے ممالک کی ہمدردیاں عموماً اپنے ملی و معاشی مفادات کے لیے ہوتی ہیں۔ لیکن مسلم ممالک خصوصاً سعودی عرب، کویت، ایران، افغانستان..... ان کا تعاون اور مددخالصتاً مسلمان ہونے کے ناطے سے ہوتی ہے۔ ان میں سے بھی سعودی حکومت تو پاکستان اور پاکستانی عوام سے اس قدر محبت کرتی بلکہ محبت نچھا کر کرتی ہے کہ دنیا کی کوئی مملکت اس کی مثال شاید ہی دے سکے۔ پاکستان میں زلزلے کو چھ سال ہو گئے ابھی اگلے دن اخبارات میں خبر آگئی کہ حکومت سعودیہ نے زلزلہ زدگان کی آبادکاری کے لیے جو مکان تعمیر کرنے شروع کیے تھے وہ ضرورت مندوں کے حوالے کر دیے گئے۔ اب دیکھیے اس جیسی ہمیشہ جاری رہنے والی محبت کسی غیر مسلم ملک سے ممکن ہے، اس لیے کہ مسلمان کی مسلمان سے محبت اسلام اور صرف اسلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ہے تو یہ نثار خانے میں طوطی کی آواز لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمان حکمران جب تک اپنی خارجہ پالیسی میں اسلام کو وجہ ترجیح یا فوقیت نہ دیں گے تب تک مسلم حکمران اور ان کی رعایا ہونے کے ناطے مسلمان، یونہی زوال پذیر رہیں گے۔ اس لیے مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ حدیث نبوی کے مطابق ایک جسم کی طرح رابطہ رکھیں، تعلق بنائیں اور محبت بڑھائیں اور مومن بن کر دنیا میں سر بلند ہو جائیں کہ ارشاد باری ہے:

أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

ستم پیہم:

سیاسی حلقوں میں گردش کرتی یہ افواہ کہ وفاقی حکومت پنجاب حکومت پر ستم بہیم کر رہی ہے، واقعات و شواہد اس کی تائید کرتے نظر آ رہے ہیں۔ گزشتہ دو تین ہفتوں سے پنجاب بھر میں عموماً اور پنجاب کے صنعتی مراکز اور فیصل آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ میں خصوصاً حتی کہ لاہور شہر میں بھی ۱۲ سے سولہ گھنٹے تک لوڈ شیڈنگ کا عذاب نازل کیا جاتا رہا ہے۔ تنگ آمد جنگ آمد کے مطابق جب عوام نے سڑکوں پر آ کر نچی و سرکاری املاک کی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ اور مذکورہ بالا شہروں میں پولیس تصادم اور آنسو گیس کی آنکھ چھوٹی شروع ہو گئی اور عوام بے قابو ہوئے نظر آئے تو بجلی چھو منتر سے بحال کر دی گئی اور یہی وہ دن تھے جب لاہور میں ڈینگی نے زور پکڑا کہ اس کی چہل قدمی..... یعنی صبح شام..... کے وقت کئی کئی گھنٹے لوڈ شیڈنگ کا خاص اہتمام کیا جاتا رہا جو ڈینگی کو اپنی ”کارکردگی“ میں نہایت معاون رہا۔ بجلی بحران کے بارے میں گاہے گاہے اخبارات میں جو خبریں اور پیشکشیں پڑھنے کو ملتی رہیں ان میں چائینہ اور ایران وغیرہ نے سستے داموں اور بعض پاکستان کے نو خیز اذہان کا اپنی خدمات پیش کرنا بھی خبروں میں آتا رہا لیکن حکومت وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ اخبارات ہی کے مطابق کمپنیوں کو نہ ادائیگی کرے اور نہ ہی وہ حسب طلب بجلی کی سپلائی کریں جبکہ ہر ماہ بجلی کی قیمت بڑھانا حکومت نے مشغلہ بنا رکھا ہے۔ گزشتہ مہینوں پاکستان کے بلند پایہ سائنسدان ڈاکٹر ثمر مبارک مند وغیرہ کو نلے سے بجلی پیدا کرنے کی پیش کش بھی کرتے رہے۔ لیکن کسی حکمران کے کان پر جوں تک نہیں رہی۔ حکمرانوں کے دفاتر اور رہائشی علاقے چونکہ اس عذاب سے ہمیشہ مستثنیٰ رکھے جاتے رہے اس لیے ان کو کیا پتہ لوڈ شیڈنگ کیا ہوتی ہے؟ حکومت نے ظلم کب تک روا رکھنا ہے یا دوسرے لفظوں میں عوام یہ ظلم کب تک برداشت کریں گے کیوں کہ ع

ظلم آخر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

تفسیر سورہ فاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

گے تو اہل جنت سکھ کا سانس لیں گے اور اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کریں گے۔

غم سے کیا مراد ہے؟ اہل تفسیر کی آراء مختلف ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ہر قسم کا غم اس کا مصداق ہے۔ دنیا دار الحزن ہے، اور اس میں جو ہجوم و غموم ہیں وہ بھی سب ختم۔ دنیا میں حسنات کی قبولیت و عدم قبولیت کا غم، قبر و قیامت کا غم، حساب کتاب کا غم، جہنم کا غم، غرض یہ کہ نہ ماضی کا پچھتاوا نہ مستقبل کا غم۔ دنیا میں مومن فکر و غم سے خالی نہیں ہوتا بلکہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ تمام غموں سے نجات دے دے گا، بلکہ اس میں جنت کی نعمتوں کے دائمی ہونے کا بھی اشارہ ہے کیوں کہ جیسے غم کسی چیز کے نہ ملنے کا ہوتا ہے اسی طرح حاصل ہونے کے بعد اس کے چھن جانے کا بھی ہوتا ہے۔ گویا اب ہم ہمیشہ عیش و عشرت سے رہیں گے اور موت کو بھی وہاں موت آ جائے گی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام طبرانی رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا اله الا الله پڑھنے والوں کو نہ موت کے وقت گھبراہٹ ہوگی، نہ قبروں میں نہ محشر میں، گویا میں ان کو صبور پھونکے جاتے وقت دیکھ رہا ہوں، وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اور کہتے ہوئے اٹھیں گے: الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن۔“

مگر یہ روایت صحیح نہیں۔ علامہ بیہقی نے اسے مجمع الزوائد (۱۰/۳۳۳) میں ذکر کر کے فرمایا ہے:

”فيه جماعة لم اعرفهم.“

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۝﴾

(فاطر: ۳۴، ۳۵)

”اور وہ کہیں گے سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاؤ پہنچتی ہے۔“

اہل جنت جب جنت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وعدوں کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو بے ساختہ پکاریں گے: الحمد للہ۔ ایک دوسرے مقام پر اس کی کچھ تفصیل ہے:

﴿دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (یونس: ۱۰)

”ان کی دعا اس میں یہ ہوگی: ”پاک ہے تُو اے اللہ!“ اور ان کی آپس کی دعا اس میں ”سلام“ ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔“

گویا جب جنت کی بہار دیکھیں گے یا کسی چیز کو چاہیں گے تو سبحان اللہ کہیں گے۔ باہم ملتے ہوئے فرشتے اور خدام آتے جاتے سلام، سلام کہیں گے، اور ہر تازہ نعمت سے مستفید ہونے پر الحمد للہ رب العالمین کہیں گے۔

یہاں جنت میں چلے جانے کے بعد جب تمام غم ختم ہو جائیں

فرماتے ہیں کہ دونوں کی نفی سے مراد جسمانی اور روحانی تھکاوٹ کی نفی بھی ہو سکتی ہے۔ انسان کو بہترین گھر اور بہترین عیش بھی حاصل ہو تو اس میں ہمیشہ رہنے میں بھی اکتاہٹ سی محسوس کرتا ہے، مگر جنت میں یہ اکتاہٹ بھی نہیں ہوگی۔ اس میں متنوع لازوال عیش ہوگا۔

﴿خُلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا﴾ (الکھف: ۱۰۸)

”اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، وہ اس سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔“

کیوں کہ وہاں ہر لمحہ اور ہر آن نئی شان بان اور نئی کشش ہوگی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے کیا خوب فرمایا ہے:

”فردوسی زندگی سے لوگ منتقل اس لیے نہیں ہونا چاہیں گے کہ اس زندگی میں لامحدود کمالات رکھنے والی ذات اپنے انھی لامحدود کمالات کو لامحدود کلمات کے ذریعے ظاہر کرنی رہے گی۔ انسانی احساسات اپنے ارد گرد، پس و پیش، اندر و باہر، ہر لمحہ ہر لحظہ ایسے نت نئے تجلیات کو مسلسل بغیر کسی انقطاع کے چاہتے چلے جائیں گے جن کی نہ کوئی حد ہوگی نہ انتہا۔ اور یوں لامحدود مطالبات والی فطرت کو لامحدود مطلوبات سے متمتع اور لذت گیر ہونے کا موقع ابد الابد تک ملتا جائے گا۔ اس وقت تک جس کی کوئی انتہا نہیں اور جس کا کوئی اختتامی نقطہ نہیں۔“ (اسلامی معاشیات، ص: ۱۳۱)

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فِيمَوْتُوهَا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ﴾ (فاطر: ۳۶)

”اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مرجائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔“

اس سے پہلے اللہ کی آیات کی تلاوت کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور انفاق پر عمل کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

”اس میں راویوں کی ایک جماعت ہے جنہیں میں نہیں پہنچاؤں۔“ اسی طرح ابن ابی حاتم سے بھی انھوں نے ایک حدیث تقریباً اُنھی الفاظ سے ذکر کی ہے مگر اس میں بھی عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔ اور معنی بھی اس میں نکارت پائی جاتی ہے، نیز دیکھیے العلل المتناہیہ: ۴۳۱/۲

﴿إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ﴾ ہمارا رب بڑا غفور ہے، اس کی بندگی میں ہم سے جو کمی کوتاہی ہوئی اس نے اسے معاف کر دیا۔ ”شکور“ ہے کہ ہماری ایک ایک نیکی کا پھل ہمیں ملا ہے بلکہ ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ملا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ان دونوں صفات کے بارے میں پہلے آیت نمبر ۳۰ کے تحت ضروری وضاحت گزری ہے اس کی مراجعت کر لی جائے۔

﴿الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”جس نے محض اپنے فضل و احسان سے ہمیشہ رہنے والے گھر میں ہمیں اتارا ہے۔“ گویا یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ نہیں اس کا فضل ہے۔ اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ”دار المقامہ“ ہے۔ ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ رہنے کی جگہ تو دنیا میں بھی تھی مگر بیٹگی کے لیے نہیں۔ دنیا سے قبر میں، قبر سے حشر میں۔ اسی کو ”جنۃ الخلد“ بھی کہا گیا ہے۔ (الفرقان: ۱۵) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کسی کو ”نصب“ یعنی تکلیف اور مشقت نہیں اٹھانی پڑے گی، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا﴾ (الکھف: ۶۲)

”بے شک ہم نے اپنے سفر سے تو بڑی مشقت پائی۔“

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ”لغوب“ (کسی قسم کی تھکاوٹ) نہیں ہوگی۔ دنیا میں گھر تھے مگر وہاں آنے جانے میں مشقت اور اس کے نتیجے میں تھکاوٹ۔ مگر یہاں نہ مشقت نہ ہی تھکاوٹ کہ آرام کی فکر ہو۔ بلکہ ہر لمحہ چاق چوبند ہوں گے۔

”نصب“ اور ”لغوب“ دونوں لفظ تھکاوٹ کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں، تاہم امام رازی نے فرمایا ہے کہ نصب کا اطلاق تھکاوٹ کے سبب پر ہوتا ہے: ”هو السبب للاعياء“۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ

يموتون فيها ولا يحيون، ولكن ناس أصابتهم النار بذنوبهم (أو قال: بخطاياهم) فأمااتهم إمامة حتى إذا كانوا فحماً أذن بالشفاعة، فجيء بهم ضبائر ضبائر، فبُثُوا على أنهار الجنة، ثم قيل يا أهل الجنة! أفيضوا عليهم، فينبتون نبات الحبة تكون في حميل السيل. (مسلم: ۱۸۵- ابن ماجه: ۴۳۰۹)

”وہ جہنمی جو جہنم کے اصل مستحق ہیں (اور ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں) وہ تو اس میں نہ مریں گے نہ جنیں گے، لیکن کچھ لوگ جنہیں ان کی غلطیوں اور گناہوں کی وجہ سے جہنم پکڑ لے گی، وہ انہیں ایک بار فوت کر دے گی حتیٰ کہ جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت مل جائے گی، چنانچہ انہیں گروہ گروہ کر کے لایا جائے گا اور جنت کی نہروں کے (کنارے) بکھیر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: جنت والو! ان پر پانی ڈالو۔ پانی سے وہ اس طرح اگیں گے جس طرح سیلاب کی لائی ہوئی مٹی میں دانہ اُگتا ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن گناہ گار کو سزا پانے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا اور ان پر یک گونہ موت طاری ہوگی مگر کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس کو موت بھی نہیں آئے گی۔

(اعاذنا اللہ من نار جہنم)



اعلان

شہر ہو یا دیہات مسجد ہو یا مدرسہ وہاں امام، خطیب، مدرس، خادم کی ضرورت پیش رہتی ہے۔ ہم نے اپنے ادارے کے تحت باہمی رابطہ سروس کا آغاز کیا ہے۔ ضرورت مند ہماری خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔

(حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، کوٹ رادھاکشن 0301-4481583)

یہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری کرنے والوں کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ آگ تو بہر حال آگ ہے، مگر وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”نارکم هذه ما يؤقّد بنو آدم جزء واحد من سبعين جزء من نار جهنم.“

(مسلم: ۷۱۶۵- مسند أحمد: ۶۶۷/۲)

”تمہاری یہ آگ، جسے اولاد آدم جلاتی ہے، جہنم کی آگ کے ستر حصوں کا ایک حصہ ہے۔“

﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ﴾ دنیا کی آگ میں انسان جل کر مر جاتا ہے۔ جہنمی چاہیں گے کہ مرجائیں مگر مریں گے نہیں۔ وہ جہنم کے فرشتے سے کہیں گے:

﴿وَنَادُوا يٰمَلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ مَّا كُنْتُمْ﴾ (الزخرف: ۷۷)

”اور وہ پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا: بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔“

”مالک“ سے مراد جہنم کا فرشتہ ہے۔ جہنمی اس سے کہیں گے کہ اللہ ہمیں موت دے دے، ہماری ارواح قبض کر لے تاکہ ہمیں آرام آجائے۔ فرشتہ جواب دے گا: یوں نہیں ہوگا، تم یہیں رہو گے۔ مر کے آرام پانے کا تصور تو کیا، یہاں تو عذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی:

﴿لَا يَفْتَرُّ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ (الزخرف: ۷۵)

”وہ ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس سے ناامید ہوں گے۔“

جو اللہ کا انکار کرتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا ہے اس کا یہی انجام ہے۔ جہنمیوں کے بارے میں ایک وضاحت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

”أما أهل النار الذين هم أهلها، فإنهم لا

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسمیہ: حافظ محمد اشرف سعید (نیکرول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: یستأذن علی أخته

اپنی بہن سے اجازت طلب کرنا

۱۰۹۵ . عن عطاء قال: سألت ابن عباس فقلت: أستاذن علی أختي؟ فقال: نعم، فأعدت قلت: اختان في حجری وأنا أؤمنهما وأنفق عليهما، أستاذن عليهما؟ قال: نعم، أتحب أن تراهما عريانتين؟ ثم قرأ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثٌ مَرَّةٍ مِنْ قَبْلِ صَلَوةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَوةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ط﴾ (النور: ۵۸) قال: فلم يؤمر هؤلاء بالإذن إلا في هذه العورات الثلاث . قال: ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط﴾ (النور: ۵۹) قال ابن عباس: فالإذن واجب، زاد ابن جرير: علی الناس كلهم .

”حضرت عطاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا مجھے اپنی ہی بہن سے گھر میں آنے کی اجازت لیننی چاہیے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، پھر میں نے سوال کو دہرایا اور عرض کی کہ میری دو بہنیں ہیں جن کی میں پرورش کرتا ہوں اور میں ہی ان کے اخراجات کا ذمہ دار ہوں۔ کیا میں ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو؟

باب: یستأذن علی أبيه

کوئی اپنے باپ کے گھر جائے تو اجازت لے

۱۰۹۳ . عن موسى بن طلحة قال: دخلت مع أبي علي أُمي، فدخل فاتبعته فالتفت فدفع في صدري حتى أقعدني علی إستي، ثم قال: أتدخل بغير إذن؟

”حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ اپنی والدہ کے گھر کی طرف آیا۔ میرے والد گھر پہلے داخل ہو گئے، میں ان کے پیچھے داخل ہونے لگا تو میرے والد نے میری طرف دیکھا اور میرے سینے پر مکہ مارا، میں اپنے سرین کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے: تُو بغیر اجازت کے داخل ہونا چاہتا ہے!“

باب: یستأذن علی أبيه وولده

اپنے باپ اور بیٹے سے اجازت طلب کرنا

۱۰۹۴ . عن جابر قال: يستأذن الرجل علی ولده وأمه . وإن كانت عجوza . وأخيه وأخته وأبيه .

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنے بیٹے اور اپنی والدہ سے اندر آنے کی اجازت لیننی چاہیے اگرچہ اس کی والدہ بوڑھی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح اپنے بھائی، بہن اور اپنے والد سے بھی اجازت لے (اور کہے کہ میں اندر آ جاؤں؟)“

اللہ بن قیس؟ اِذْنُوا لَهُ، قیل: قَدْ رَجَعَ، فَدَعَاهُ
فَقَالَ: كُنَّا نُوْمِرُ ذَٰلِكَ، فَقَالَ: تَأْتِيْنِيْ عَلَى ذَٰلِكَ
بِالْبَيْتَةِ، فَاَنْطَلِقْ اِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ
فَقَالُوا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَٰذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا، أَبُو
سَعِيدٍ الْخَدْرِي، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ فَقَالَ عُمَرُ:
أَخْفَيْتَ عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ أَلْهَانِي
الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ - يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلَى النَّجَارَةِ .
”عمید بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
نے حضرت عمر سے اندر آنے کی اجازت مانگی، انھوں نے
اجازت نہ دی، شاید وہ کسی کام میں مشغول تھے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ
واپس آ گئے۔ حضرت عمر جب فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں
نے عبد اللہ بن قیس (یہ ابو موسیٰ کا نام ہے) کی آواز نہیں
سنی۔ انھیں بلا لاؤ، ان کو اندر آنے کی اجازت دو۔ کہا گیا:
وہ تو واپس چلے گئے ہیں۔ ابو موسیٰ کو بلایا گیا اور ان سے
واپس جانے کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے کہا: ہمیں رسول
اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم دیا (یعنی تین بار اجازت مانگو،
اگر نہ ملے تو واپس چلے جاؤ)۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس
بات پر کوئی گواہ لاؤ۔ اس پر وہ حضرات صحابہ میں سے انصار
کی ایک مجلس میں گئے۔ ان سے کہا: کیا تمہیں (تین مرتبہ
اجازت لینے) کے متعلق علم ہے؟ انھوں نے کہا: یہ بات
درست ہے۔ اب تمہاری تائید میں ہم میں سے (عمر میں)
سب سے چھوٹا آدمی گواہی دے گا یعنی ابو سعید خدری۔ وہ
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو لے کر اپنی بات کی گواہی کے لیے
حضرت عمر کے پاس لائے۔ انھوں نے گواہی دی (ہم نے
رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ
سے رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم پوشیدہ رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی
کہ مجھے بازار میں کاروبار کرنے کی مشغولیت رہتی تھی، اسی
وجہ سے اس حکم کی خبر نہ ہوئی۔“ (صحیح البخاری)

انھوں نے فرمایا: ہاں، کیا تو اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ تو ان کو
عریاں دیکھے! اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: ”اے
وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! چاہیے کہ وہ لوگ تم سے اجازت
طلب کریں جو تمہاری ملکیت میں ہیں اور وہ لوگ بھی جو
ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے، تین اوقات میں: نماز فجر سے
پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو
اور عشاء کی نماز کے بعد۔ تین اوقات تمہارے لیے پردے
کے ہیں۔“ ان اوقات میں اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔
”اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں، وہ اجازت
طلب کریں جس طرح اس سے پہلے (سن بلوغت کو پہنچنے)
والے کرتے ہیں۔“ (صحیح الإسناد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اجازت لینا واجب ہے
(جس میں بہن بھائی سب شامل ہیں)۔ حضرت عطاء کے
شاگرد ابن جریج نے یہ لفظ زیادہ کہے ہیں کہ سب لوگوں کو
اجازت لینا واجب ہے۔“

باب: یستأذن علی أخیه

بھائی سے اندر آنے کی اجازت لینا

۱۰۹۶ . عن عبدِ اللہ قال: یستأذنُ الرجلُ
علیِ أبیہ وأُمِّہ وأخِیہ وأُختِہ .
”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آدمی کو
اپنے باپ اور ماں اور بھائی، بہن سب سے اندر آنے کی
اجازت لیننی چاہیے۔“

باب: الاستئذان ثلاثاً

تین مرتبہ اجازت مانگنا

۱۰۹۷ . عن عُبَیدِ بنِ عُمَیر، أنَّ أبا موسیٰ
الأشعري استأذَنَ علی عمرَ بنِ الخطَّابِ فلمْ
یؤذَنْ لَهُ - وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا - فَرَجَعَ أَبُو
موسى ففرَّعَ عمرُ فقال: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عبدِ

قربانی کے متعلق آٹھ سوالات

مفتی عبید اللہ خان عقیف رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامع مسجد اہل حدیث، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد)

سوال ۱: کیا قربانی کرنے والا شخص نماز عید الاضحیٰ پڑھ کر قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اپنے بال بنوا سکتا ہے یا نہیں؟
جواب: اس مسئلے کا تعلق تو حاجی کے ساتھ ہے کہ وہ قربانی کا جانور ذبح کرنے یا جانور کے ذبح ہونے سے پہلے بال نہیں بنا سکتا، مگر غیر حاجی پر ایسی کوئی پابندی شرعاً عائد نہیں، لہذا قربانی ذبح کرنے سے پہلے بلاشبہ بال بنا سکتا ہے۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ قربانی ذبح کرنے کے بعد بال بنائے یا بنوائے تاکہ حاجیوں کے ساتھ مشابہت قائم رہے۔
ہذا ما عندي والله أعلم بالصواب

سوال ۲: مویشیوں کے فارم والے جان بوجھ کر نومولود بچھڑے اور بچھڑی کے سینک دوائی کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔ کیا ایسے بچھڑے اور بچھڑی کی قربانی جائز ہے؟ (ولی اللہ خاں ولد مولوی حسین، چک نمبر ۵۳ گ ب، ضلع فیصل آباد)
جواب: اگر عن کا یہ عمل عرف عام میں عیب شمار نہیں ہوتا اور نہ ہی سینک دار بچھڑے اور بچھڑی کے مقابلے میں قیمت میں کوئی کمی نہیں ہوتی تو ایسے بے سینک بچھڑے کی قربانی اسی طرح جائز ہے جیسے خصی جانور یا نتھ والے بچھڑے کی قربانی جائز ہے۔ ہذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب

سوال ۳: ایک دو دانٹا بچھڑا ہے مگر اس کے سینک کھرچ کر چھوٹے کر دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے عیوب سے محفوظ ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے؟ (سیف اللہ خالد، جھنگ شہر)
جواب: واضح ہو کہ سینک دو قسم کے ہوتے ہیں: قرن داخل اور قرن خارج۔ قرن داخل سے مراد دخول کے اندر ولا حصہ ہے جسے گلی کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جڑ سے اکھڑ جانے والا سینک۔ دوسرا قرن خارج یعنی

سینگ کا خول ہے۔ لہذا اگر قرن خارج کھرچا گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور قرن داخل جو جڑ سے اکھڑ گیا یا اکھاڑا گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی، چنانچہ حدیث میں ہے، یزید ذومصر سے روایت ہے: ”إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمَصْفَرَةِ وَالْمُسْتَأْصَلَةِ وَالْبَخْقَاءِ وَالْمُشْبِعَةِ وَالْكَسْرَاءِ“ (رواہ أحمد وأبو داود والبخاری فی تاریخہ۔ نیل الأوطار، باب ما لا یضخی بہ لعیبہ: ۱۱۶/۵)
مولانا عبدالرحمان مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قلت: قال فی الفائق: العضب فی القرن فی داخل الانکسار، ویقال للانکسار فی الخارج: القصم، وكذلك فی القاموس..... فالظاهر عندي أن المسكورة القرن الخارج تجوز التضحية بها وأما المكسورة القرن الداخل فكما قال الشوكاني من أنها لا تجوز التضحية بها.“ (تحفة الأحوذی: ۲/۲۵۷)
حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

”نهى رسول الله ﷺ أَنْ يُضْحَى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأَذْنِ. قال قتادة: فذكرت ذلك لسعيد بن المسيب فقال: العضب ما بلغ النصف فما فوق ذلك. قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح.“ (تحفة الأحوذی، باب فی الاشتراك فی الأضحية: ۲/۳۵۷)

یعنی مندرجہ ذیل موبیشوں کی قربانی جائز نہیں:

- (۱) وہ لنگڑا جو چل پھر نہ سکے۔
- (۲) جو ایک آنکھ سے کانا ہو۔
- (۳) ایسا مریض جس کا مرض واضح ہو (یعنی جو چر نہ سکے)۔
- (۴) جو اتنی لمبی ماندی ہو کہ اس میں مخ تک نہ ہو۔ تاہم بقول حضرت علی ایسے لنگڑے جانور کی قربانی جائز ہے جو قربان گاہ تک پہنچ سکے۔ (تحفة الأحوذی: ۳۵۷/۲)
- اسی طرح الہتماء (جس کے اگلے دو دانت ٹوٹ چکے ہوں)، العمیاء (اندھی)، التولاء (جو کھیت سے چارہ نہ چر سکے)، الجرباء (سخت خارش زدہ جانور)، ان چاروں جانوروں کی بھی قربانی جائز نہیں۔ اور الجماء (گوگی)، والہنداء (لنڈوری یا بے اولاد یعنی بانجھ)، والاحمال (حاملہ)، پچی، گائے اور بکری کی قربانی جائز ہے۔
- خلاصہ کلام یہ کہ جب یہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو پھر یہ کیسے چل پھر سکتا ہے، لہذا لنگڑا اور بیمار ہے۔ اس لیے اسے بطور قربانی ذبح کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اسے فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت سے دوسرا جانور خرید لیا جائے، یا اُسے ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دیا جائے۔ اور اگر استطاعت ہو تو نئی قربانی خرید لی جائے۔ ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب۔
- سوال ۶:** ایک بکرا دو دانتا ہے۔ ہر قسم کے عیب سے محفوظ ہے مگر خصیہ ایک ہی ہے۔ کیا اس کی قربانی جائز ہے؟
- (عبدالواحد ولد احمد علی)
- جواب:** جب وہ بکرا ٹھیک ٹھاک موٹا تازہ اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ نہ لنگڑا ہے، نہ کاننا اور نہ اندھا، نہ لاغر اور نہ بیمار اور نہ ہی قرن داخل ٹوٹا ہوا ہے، نہ کان چرا، نہ کان کٹا اور نہ کان میں گول سوراخ ہے۔ نہ جرباء (خارش) ہے اور نہ الہتماء (سامنے کے ٹوٹے دانتوں والا) اور نہ ہی اکڑی گردن والا جو کھیت سے چارہ نہ چر سکے۔ جب وہ ان عیوب سے محفوظ ہے تو بلاشبہ قربانی کے لائق ہے۔



”رسول اللہ ﷺ نے نصف کان کٹے اور نصف سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ”اعضب“ سے مراد نصف یا نصف سے زائد ٹوٹنا ہے۔“

اس ”اعضب“ سے مراد قرن داخل ہے۔ قرن خارج، یعنی سینگ کا خول اتر جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ قرن داخل کے ٹوٹنے سے جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ لہذا اگر قرن خارج کھر چا گیا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

سوال ۷: ہمارے پاس موٹی تازی دو دانتی بکری ہے مگر وہ بانجھ ہے، کیا اس کی قربانی جائز ہے؟ (سائل: عبدالرزاق، چک ۵۳۱ گ)

جواب: اگر یہ بکری دوسرے تمام عیوب سے محفوظ ہے اور دو دانتی ہے تو اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ کیوں کہ قربانی کے جانور میں پائے جانے والے عیوب میں بانجھ پن کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا اُس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

سوال ۸: ہم نے صحیح سلامت تندرست مینڈھا قربانی کے لیے خریدا، لیکن خریدنے کے بعد اسے اتنی چوٹ آ گئی ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا، مگر کوئی عضو ٹوٹا نہیں۔ کیا اس کی قربانی جائز ہے؟

(عبدالشکور، ساکن کھڈیاں خاص، ضلع قصور)

جواب: ایسا بے بس مینڈھا جو کھڑا تک نہیں ہو سکتا وہ لنگڑے مینڈھے کے حکم میں ہے بلکہ اس سے بھی کم تر ہے۔ کیوں کہ لنگڑا تو کسی نہ کسی طرح تھوڑا بہت چل لیتا ہے جب کہ یہ کھڑا تک نہیں ہو سکتا۔ لہذا جب یہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو پھر یہ کیسے چل پھر سکتا ہے! لہذا یہ جانور لنگڑا ٹھہرا اور لنگڑے کی قربانی جائز نہیں۔ جیسا کہ ترمذی میں ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں:

”لَا يُضَحَّى بِالْعَرَاءِ بَيْنَ ظِلْعَيْهَا وَلَا بِالْعَوْرَاءِ بَيْنَ عَوْرَتَيْهَا وَلَا بِالْمَرِيضَةِ بَيْنَ مَرَضَتَيْهَا وَلَا بِالْعَجْفَاءِ الَّتِي لَا تُتْقِي“. ہذا حدیث حسن صحیح۔ (تحفة الأحوذی، باب ما لا يجوز من الأضاحی: ۳۵۴/۲)

قربانی کے مسائل و آداب

مفتی عبید اللہ خان عقیف (بانی جامع مسجد امۃ العزیز اہل حدیث، رحمت ٹاؤن فیصل آباد)

قربانی سنت مؤکدہ ہے:

قربانی کے واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ربیعہ، لیث بن سعد اور اوزاعی رحمہم اللہ وجوب کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صاحب نصاب پر واجب لکھتے ہیں۔ قائلین وجوب کی سب سے اہم دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل ہے:

”جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں آنے کی کوشش نہ کرے۔“

لیکن یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ اور قول ہے، مرفوع حدیث نہیں۔

دلائل وجوب کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قربانی کے وجوب پر کوئی صحیح دلیل نہیں، لہذا رائج یہی ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ قربانی کے سنت ہونے کے عنوان سے دراصل امام بخاری قائلین وجوب کا رد کرنا چاہتے ہیں۔ اس عنوان کے تحت امام بخاری دو حدیثیں لائے ہیں:

۱: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہم قربانی کے دن پہلے نماز عید الاضحیٰ ادا کرتے ہیں پھر واپس آکر قربانی ذبح کرتے ہیں۔ پس جس شخص نے ایسا کیا تو اس نے ہمارا طریقہ (سنت) اختیار کیا۔“

۲: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر ڈالے تو اس نے اپنی ذات کے لیے جانور ذبح کیا (یعنی قربانی نہ

ہوئی۔) اور جو نماز کے بعد ذبح کرے تو اس کی قربانی مکمل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پایا۔“
ان دونوں احادیث صحیحہ میں لفظ ”سنننا“ اور ”سنة المسلمين“ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور قربانی کا ارادہ بھی ہو تو

قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹو۔“

اس حدیث سے قربانی کا عدم وجوب صاف جھلک رہا ہے۔ ورنہ یہ نہ فرمایا جاتا: ”اگر قربانی کرنے کا ارادہ ہو۔“ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی واجب نہیں کیوں کہ نبی ﷺ نے اپنے اس ارشاد (وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ) میں قربانے کرنے کا اختیار قربانی کرنے والے کو سونپ دیا ہے۔ لہذا اگر قربانی واجب ہوتی تو آپ ﷺ صرف یوں حکم دیتے کہ قربانی کرنے تک کوئی اپنے بال نہ بتائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے پوچھا: کیا قربانی واجب ہے؟ اس کو جواب دیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور تمام مسلمان کرتے رہے۔“

سائل نے بزع خود جواب کو ناکافی سمجھ کر سوال کو دہرایا تو موصوف نے اس کے دوبارہ سوال کرنے پر پھر یہی جواب دیا۔ امام ترمذی اس جواب پر لکھتے ہیں کہ اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ قربانی واجب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

مگر قربانی کے واجب نہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت ہی نہیں، جیسا کہ پروفیسر رفیع اللہ شہاب اور

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ دخل عليها وحاضت بسرف قبل أن تدخل مكة فلما كنا بمنى أوتيت بلحم بقر فقلت ما هذا؟ قالوا ضحى رسول الله ﷺ عن أزواجه بالبقر . (صحيح بخاري، باب الأضحية للمسافر والنساء، ۱۲ / ۸۳۲)

”حضرت عائشہؓ اپنے قصہ حج کے سلسلے میں فرماتی ہیں کہ جب ہم منیٰ میں تھے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا تو میرے استفسار پر گوشت لانے والوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی ذبح فرمائی ہے۔“

افضل جانور:

قربانی کے لیے سب سے بہتر جانور دنبہ یا مینڈھا ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر طور پر مینڈھا ہی قربان کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

قال كان النبي ﷺ يضحي بكبشين وأنا أضحي بكبشين .

”حضرت نبی کریم ﷺ دو مینڈھی قربان کیا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھے قربان کرتا ہوں۔“

قربانی کے جانور:

دنبہ، مینڈھا، گائے، بکرا اور اونٹ (نر اور مادہ) قربانی کے جانور ہیں۔ گمراہ اور نیل گائے کی قربانی ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ ابن ماجہ کے حاشیے میں ہے:

”وأجمع العلماء على أنه لا تجزئ التضحية بغير الإبل والبقر والغنم إلا ما روي عن الحسن بن صالح أنه قال: يجوز التضحية بقرة الوحش عن سبعة وبالطبي عن واحد وبه قال داود في بقرة الوحش .“ (حاشیہ

آں جہانی پرویز اور دوسرے نام نہاد اہل قرآن کا نظریہ ہے۔ قربانی کی شرعی حیثیت اور منکرین قربانی کے تمام کچے پکے دلائل کا مسکت جواب ہمارے اُس مبسوط اور تحقیقی مقالہ میں ملاحظہ فرمائیے جو ہم نے پروفیسر رفیع اللہ شہاب کے جواب میں ہفت روزہ الاعتصام، شمارہ: ۳۳، ۳۴، جلد: ۳۸، مجریہ ۲۲/ اگست ۱۹۸۶ء میں لکھا تھا جو پورے ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ قربانی کا سنت مؤکدہ ہونا اس حقیقت سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تصریح فرمائی ہے۔ بہر حال ان احادیث صحیحہ کی رو سے قربانی سنت مؤکدہ ہی ثابت ہوتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

”ہمارا مذہب یہ ہے کہ قربانی کی شرعی حیثیت سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں۔ اکثر اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت بلال، حضرت ابوسعود بدری رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، عطاء، علقمہ اور اسود، امام مالک، امام احمد، اسحاق، ابویوسف، ابو ثور، امام دود غاہری رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ اور دین کا شعار ہے۔

کیا قربانی کے لیے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے؟

حضرات حنفیہ کے نزدیک قربانی اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ مگر اراقم الحروف کے علم میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں قربانی کے لیے نصاب زکوٰۃ کی صراحت موجود ہو۔ ہاں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو ابن ماجہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے، یعنی جس میں قربانی کی استطاعت نہ ہونے کے الفاظ ضرور موجود ہیں مگر ”مَسْعَةٌ“ (استطاعت) سے نصاب مراد لینا بہر حال درست نہیں۔ واللہ اعلم

مسافر بھی قربانی کر سکتا ہے:

حنفیہ کے نزدیک وہ شخص جو مسافر ہو قربانی نہ کرے مگر ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کیوں کہ احادیث صحیحہ میں مسافر کی قربانی کا ذکر بھی موجود ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

سندھی علی ابن ماجہ، باب ما یجزئ من الأضاحی، ص: ۲۲۷)

”علمائے امت کا اجماع ہے کہ قربانی میں صرف اونٹ، گائے، بکرا، مینڈھا (زومادہ) ہی مخصوص ہیں مگر حسن بن صالح کے نزدیک نیل گائے سات حصہ داروں اور ہرن بھی ایک گھرانے کے لیے کافی ہے۔ امام داود بھی نیل گائے میں اشتراک کے قائل ہیں۔“

امام حسن بن صالح اور امام ابو داود دونوں گرامی قدر بزرگوں کی اس رائے سے اس حقیر کو اتفاق نہیں کیوں کہ قرآن مجید کی تصریح کے مطابق قربانی کا جانور ”بھیمة الأنعام“ میں سے ہونا چاہیے جب کہ نیل گائے اور ہرن ”بھیمة الأنعام“ میں ہرگز شامل نہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

”تاکا وہ (مسلمان) اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں۔“ (الحج: ۳۴)

”بھیمة الأنعام“ سے صرف اونٹ، گائے اور بھیڑ اور بکری مراد ہے اور تعامل صحابہ سے بھی یہی ثابت ہے۔ زمانہ مشہود لہا بالخیر میں اونٹ، گائے، بکری، دنبہ، بھیڑ کے سوا نیل گائے اور ہرن وغیرہ کی قربانی ثابت نہیں۔
بھینس کی قربانی:

بھینس کی قربانی میں بھی اختلاف ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صاحب منجد اور دیگر علمائے لغت نے بھینس کو ”نوع کبیر من البقر“ کہا ہے، جس کی وجہ سے احناف اور بعض علمائے اہل حدیث اس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں۔ بالخصوص محقق شہیر حضرت مولانا عبدالقادر عارف حصاروی رحمہ اللہ، جو کہ جماعت اہل حدیث کے نامور عالم اور مفتی تھے، ان کا بھی ایک فتویٰ ہفت روزہ الاعتصام مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے بھینس کی قربانی کو جائز قرار دیا تھا۔ مگر بعض دوسرے اکابر علمائے اہل حدیث ازراہ احتیاط بھینس کی قربانی کو جائز نہیں کہتے۔ جیسا کہ مجتہد العصر حافظ

عبداللہ محدث روپڑی نے ارقام فرمایا ہے، وہ بھینس کی قربانی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: کیا بھینسے (کٹے) کی قربانی کرنا جائز نہیں؟

جواب: قرآن مجید پارہ: ۸، رکوع: ۴ میں ”بھیمة الأنعام“ کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں: دنبہ، بکری، اونٹ، گائے۔ اور اس بنا پر بھینس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں! زکوٰۃ کے مسئلے میں بھینس کا حکم گائے والا ہے۔ جیسے گائے تیس راس ہو جائیں اور وہ باہر چرتی ہوں اور ان کا چارہ قیمتاً نہ ہو، ان میں ایک سال کا بچھڑایا بچھڑی (بطور زکوٰۃ) ہے اسی طرح بھینس میں جب وہ تیس ہو جائیں اور وہ باہر چرتی ہوں، ان کا چارہ قیمتاً نہ ہو تو ایک سال کا بچ یا بچی زکوٰۃ ہے۔

یاد رہے کہ بعض مسائل احتیاط کے لحاظ سے دو جہتوں والے ہوتے ہیں اور عمل احتیاط پر کرنا پڑتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد زمعہ کی لونڈی سے زمانہ جاہلیت میں عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا۔ لڑکا پیدا ہوا جو اپنی والدہ کے پاس پرورش پاتا رہا۔ زانی مر گیا اور اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کر گیا کہ زمعہ کی لونڈی کا لڑکا میرا ہے، اس کو اپنے قبضے میں کر لینا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس لڑکے کو پکڑ لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ زمعہ کے بیٹے نے کہا: یہ میرے باپ کا بیٹا ہے لہذا میرا بھائی ہے، اس کو میں لوں گا۔ مقدمہ دربار نبوی ﷺ میں پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد بیوی والے کی ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور اس کا حکم سنگسار کیا جانا ہے۔ بچہ سودہ رضی اللہ عنہا کا پھر بھائی بن گیا لیکن سودہ کو حکم فرمایا اس سے پردہ کرے کیوں کہ اس کی شکل زانی سے ملتی جلتی تھی۔ جس سے شبہ ہوتا کہ یہ زانی کے نطفہ سے ہے۔ اس مسئلے میں شکل و صورت کے لحاظ سے تو پردے کا حکم ہوا اور جس کے گھر میں پیدا ہوا اُس کے لحاظ سے اس کا بیٹا بنا دیا۔ گویا احتیاط کی جانب کو ملحوظ رکھا۔ ایسا بھینس کا معاملہ ہے۔ اس میں پھر دونوں جہتوں میں احتیاط کا عمل ہوگا۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں احتیاط ہے اور قربانی نہ کرنے میں احتیاط ہے۔ اس بنا پر بھینسے کی قربانی جائز نہیں۔ اور بعض نے جو یہ

مسئلہ:

آج کل خوشحال گھرانے بہ زعم خویش دینی جذبے کے تحت ایک ایک بکرا، مینڈھا یا دنبہ ہزاروں روپوں میں خریدنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اگر اس میں ریا اور نمود نہ ہو تو یہ رحمان متوسط گھرانوں کی پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف قربانی کی سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کیوں کہ قربانی کے ایام میں مویشیوں کے تاجر اس غلط رجحان سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جانوروں کی قیمت میں دس دس گنا بے جا اضافہ کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ قربانی نہیں کر پاتے۔ مزید برآں ان ایام میں قربانی کے لیے ناقابل مویشیوں کو قابل بنانے کے لیے جان بوجھ کر ان کے دانت اکھاڑ دیتے ہیں تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کی جاسکے۔ لہذا مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس رجحان کے ڈانڈے اسراف، دھوکہ دہی کے ساتھ نمل جائیں۔ واللہ الہادی قربانی کے جانور کی عمر:

قربانی کا جانور دو دانت (دو دانتا) ہونا ضروری ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ جانور دو دانتا ہونا چاہیے۔ اگر باوجود کوشش دو دانتا نہ ملے تو پھر دنبہ یا مینڈھا کھیرا بھی جائز ہے بشرطیکہ ایک سال سے کم نہ ہو مگر موٹا تازہ ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوریؒ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں: دو دانتا اونٹ وہ ہے جو اپنی عمر کے چھٹے سال میں داخل ہو اور گائے دو دانتی وہ ہے جو تیسرے سال یعنی پورے اڑھائی برس کی ہو اور بکرا اور بکری میں سنہ وہ ہوتی ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو۔ پھر فرماتے ہیں: دو دانتا کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی کے ناجائز ہونے کی دلیل حدیث اور نص ہے کہ کھیرا مینڈھا (ایک سالہ) اس وقت جائز ہے جب کہ دو دانتا ملنا مشکل ہو جائے۔ دو دانتا با آسانی میسر آ جانے کی صورت میں کھیرا مینڈھا جائز نہیں۔ آج کل لوگ کھیرا بکرا بھی قربان کرنے لگ گئے ہیں جو کسی صورت میں جائز

لکھا ہے کہ ”الجاموس نوع من البقر“ یعنی گائے کی قسم ہے اور یہ پھر اسی زکوٰۃ کے لحاظ سے صحیح ہو سکتا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بھینس دوسری جنس ہے۔

(حافظ عبد اللہ روپڑی، ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۳ھ فتاویٰ روپڑی: ۹۱، ۹۰، ۹۲)

ہماری اس گفتگو سے واضح ہوا ہے کہ اہل حدیث علمائے کرام میں بھینس کی قربانی کے جواز و عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں سختی اختیار کرنا درست نہیں۔ اگر کوئی شخص از راہ احتیاط بھینس کی قربانی کو جائز نہیں سمجھتا تو اس کو یہ رائے رکھنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی دوسرے علماء کی رائے پر عمل کرتے ہوئے یعنی بھینس کو گائے کی قسم میں داخل کر کے اس کی قربانی کے جواز کا قائل ہے تو اس کو ہدف طعن ٹھہرانا بھی صحیح نہیں۔

محدث العصر مولانا ابوالحسن عبید اللہ مبارک پوریؒ اس مسئلہ کی دونوں جہتوں کو پیش نظر رکھ کر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ قربانی صرف انھی جانوروں کی کی جائے جن کا ذکر قوی، فعلی اور تقریری احادیث صحیحہ میں آتا ہے۔ اور اس مویشی کی قربانی سے گریز کیا جائے جس کی قربانی رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت نہیں۔ اور جو شخص بھینس کی قربانی کے جواز کے قائلین سے مطمئن ہو اور ان کی رائے پر عمل کرتے ہوئے بھینس کی قربانی دے تو اس پر بھی ملامت نہیں۔

قربانی کا جانور موٹا تازہ اور سینگ دار ہونا چاہیے۔ صحیح مسلم میں ہے، حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت نبی ﷺ نے سینگ دار، سیاہ دھاری والے مینڈھوں کی قربانی دی۔

خصی ہونا عیب نہیں:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو موٹے بڑے سیاہی مائل سینگوں والے خصی مینڈھے بطور قربانی ذبح فرمائے۔

فائدہ:

اگرچہ سینگ دار مستحب اور بہتر ہے تاہم وہ جانور جو قدرتی طور پر بے سینگ ہو، جائز ہے۔

نہیں۔ کھیرا دنبہ یا مینڈھا صرف بامر مجبوری جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔

قربانی کے جانور میں اشتراک:

دنبہ، مینڈھا اور بکرا (نر اور مادہ) ایک فرد یا ایک اہل خانہ کی طرف سے کافی ہے۔ گائے میں سات اور اونٹ میں دس حصہ دار شامل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”ہم لوگ ایک دفعہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

تھے اور قربانی کا دن آ گیا تو ہم نے ایک گائے میں سات

سات اور اونٹ میں دس دس حصہ دار بن کر قربانی کی۔“

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اونٹ میں دس حصہ داروں کے اشتراک کی تائید رافع بن خدیج کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

”انہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم فعدل عشر من

الغنم۔“

اونٹ کی قربانی کے اشتراک میں اختلاف ہے۔ شافعیہ، حنفیہ اور

جمہور کے نزدیک دس حصہ دار شامل ہو سکتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث

کی رو سے۔ اور یہی صحیح ہے کہ قربانی کے اونٹ میں دس فریق شرکت

کر سکتے ہیں۔ مگر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے اونٹ کی ہدی میں صرف

سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔

ہدی اور قربانی میں فرق:

ہدی اس قربانی کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ میں پہنچائی جائے جیسا کہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”هَدِيًّا بِالسَّكْبَةِ“ اور اضحیٰ اس

قربانی کو کہتے ہیں جو اپنے وطن اور گھر میں ذبح کی جائے۔

قربانی کا جانور عیب دار نہ ہو:

قربانی میں ذبح کیا جانے جانور والا مندرجہ ذیل عیوب سے پاک

ہونا لازمی ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں،

آپ نے فرمایا: درج ذیل چار جانور قربان نہ کیے جائیں:

۱: لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بالکل ظاہر ہو۔

۲: کاننا (بھیدگا) جس کا کان ہونا صاف نظر آتا ہو۔

۳: بیمار جانور جس کی بیماری بالکل عیاں ہو۔

۴: کمزور اور دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گودانہ ہو۔

تحفة الأحوذی: ۳۵۴ / ۲ - نسائی، باب العجفا: ۱۹۵ / ۲

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھ

اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں۔

اور درج ذیل جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا:

۱: مقابلہ: جس کا کان اوپر کی جانب سے کٹا ہوا ہو۔

۲: مدابرة: جس کا کان نیچے کی طرف سے کٹا ہوا ہو۔

۳: شرقاء: وہ جانور جس کا کان لمبائی میں چرے ہوا ہو۔

۴: خرقاء: جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ ﷺ نے نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹا اور سینگ

ٹوٹا جانور قربان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جناب سعید بن مسیبؒ نے

یہی معنی متعین فرمایا ہے۔

(تحفة الأحوذی: ۳۵۷ / ۲ - نسائی: ۱۹۶ / ۲)

خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے تو:

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اگر اس میں کوئی عیب پیدا

ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ دوسرا صحیح سالم جانور خرید لیا جائے تاہم نادار

آدمی جو دوسرا جانور خریدنے کی ہمت نہ رکھتا ہو وہ اسی عیب والے

جانور کی قربانی کر سکتا ہے جیسا کہ ایک ضعیف حدیث میں وارد ہے:

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ قربانی کے لیے ایک تو تندرست

مینڈھا (دنبہ) خریدا، پھر ایک بھیڑیے نے اس کی چکی اور کان کاٹ

لیا۔ ہم نے اس کے جواز عدم کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت

کیا تو آپ نے اس کی قربانی کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ یہ

روایت مسند احمد اور منشی میں بھی مروی ہے مگر حافظ ابن حجر، امام محمد بن

اسماعیل الکمالانی اور امام محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے

سخت ضعف کی وجہ سے اس کو قابل استدلال نہیں سمجھا۔ مگر صاحب

المنشی نے اس حدیث کو قابل حجت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جانور

”عن علی قال: البقر عن سبعة، قلت: فإن ولدت، قال: اذبح ولدھا معه.“

(تحفة الأحمدي: ۳۵۷ / ۲)

حجیہ بن عدی کہتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا: گائے کا جانور سات حصہ داروں کے لیے کافی ہے۔ حجیہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اگر گائے بچہ دے دے تو اس کا کیا کیا جائے؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ذبح کر دیا جائے۔

حنفیہ بھی گابھن (حاملہ) گائے وغیرہ کی قربانی کو جائز کہتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸/۷)

اگر قربانی کا جانور گم ہو جائے:

اگر قربانی کا جانور گم ہو جائے، پھر اگر دوسرا جانور خریدنے کی طاقت ہو تو دوسرا جانور خرید کر قربانی دے دینی چاہیے۔ اور اگر دوسرا جانور خرید لینے کے بعد پہلا جانور بھی مل جائے تو دونوں کی قربانی کر دینی چاہیے، جیسا حضرت عطاء رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل نقل کرتے ہیں:

”إن عائشة اشترت بدنة فأضلتها، فاشترت مكانها ثم وجدها فخرتها جميعاً، ثم قالت: كان في علم الله أن أنحرهما جميعاً.“

(تلخیص الحبیہ: ۴ / ۱۶۱)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کا جانور خریدا پھر وہ گم ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بدل میں ایک اور قربانی خرید فرمائی۔ پھر پہلا جانور بھی مل گیا تو انھوں نے دونوں کی قربانی کر دی اور فرمایا کہ اللہ کے علم میں یہ بات پہلے سے تھی کہ میں اس کی بارگاہ میں دو قربانیاں ذبح کروں۔“

فتاویٰ دارالعلوم (۱۳/۱) میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے یعنی مفتی عزیز الرحمان صاحب نے بھی لکھا ہے کہ دونوں جانوروں کی قربانی کر دینی چاہیے۔

کا نامزد کرنے کے بعد پیدا ہونے والا عیب قربانی میں محل نہیں ہوتا۔ حاملہ جانور کی قربانی بھی جائز ہے:

حاملہ اونٹنی، گائے وغیرہ کی قربانی بھی جائز اور صحیح ہے کیوں کہ اس کی ممانعت کی کتب میں کوئی صراحت نہیں۔ اس لیے بحکم حدیث نبوی ﷺ ”ما سکت عنه فهو عفو“ ایسے جانور کی قربانی جائز ہوگی۔

اگر حاملہ جانور قربانی کے لیے خریدنے کے بعد قربانی کے دن سے پہلے بچہ جنے تو قربانی والے دن ماں اور اس کا بچہ، دونوں کو ذبح کر دیا جائے۔ مگر یہ ایک ہی قربانی شمار ہوگی، دو نہیں۔ اس بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے حضرت علیؑ کا ایک اثر یہ نقل فرمایا ہے:

”عن علي أنه رأى رجلاً يسوق بدنة، معها ولدھا، فقال: لا تشرب من لبنھا إلا ما فضل عن ولدھا.“ (تلخیص الحبیہ: ۴ / ۴۶)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا جانور ہانک رہا تھا۔ اس جانور کا بچہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس قربانی والے کا دودھ تمھارے لیے جائز نہیں مگر جو اس کے بچے کی غذا سے زائد ہو، وہ پی سکتے ہو۔“ مزید تفصیل مغنی ابن قدامہ (۱۱/۳) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور سے فائدہ لیا جاسکتا ہے، اس کا دودھ پینا اور اس پر سواری کرنا جائز ہے۔ گابھن (حاملہ) جانور کی قربانی کے بعد اس کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کو بھی ساتھ قربان کر دے۔ خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، دونوں صورتوں میں ذبح شدہ جانور کے پیٹ سے نکلنے والا بچہ بھی حلال ہے، جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں ارقام فرمایا ہے:

”فهو حلال بإجماع الصحابة كما نقله

الماوري.“ (أعلام الموقعين: ۲ / ۲۷۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اثر جامع ترمذی میں بھی ہے:

دوزخیوں اور جنتیوں کی کہانی، ان کی اپنی زبانی

مولانا عزیز زبیدی رحمہ اللہ

خوفِ خدا:

بہشت متقیوں (پرہیزگاروں) کا گھر ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي

الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾ (الفصص: ۸۳)

”یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا، اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔“

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝﴾

(مریم: ۶۳)

”یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے

اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔“

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ

الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝﴾ (النازعات: ۴۰، ۴۱)

”اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا

اور اس نے نفس کو خواہش (کی پیروی) سے روک لیا تو بے

شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔“

اور متقین کی ایک صفت ”خوفِ خدا“ بھی ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا

لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ

السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ۝﴾ (الانبیاء: ۴۸، ۴۹)

”اور ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو فرقان اور ضیاء اور ذکر

عطا کیے ان متقی لوگوں کے لیے۔ جو بن دیکھے اپنے رب

سے ڈرتے ہیں، اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔“

چنانچہ جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور وہاں توقع سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں اور رحمتوں کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے اس ڈر کا بھی ذکر کریں گے:

﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ

السَّمُومِ ۝﴾ (الطور: ۲۵-۲۷)

”اور ان کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے

سے سوال کرتے ہوں گے۔ کہیں گے: بلاشبہ ہم اس سے

پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے، پھر اللہ نے ہم

پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا۔“

خوفِ خدا ملاک الامر کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے پاؤں میں

سب کے پاؤں۔ جس کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا، وہ صحیح معنی

میں کامیاب ہو گیا۔ گناہوں سے بچنے کے لیے اس سے قوی تر اور

کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس لیے وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے،

اور آج اس کی نوازشوں سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ جو لوگ خوفِ خدا

سے خالی رہتے ہیں، وہ نہ تو معصیت سے پناہ پاسکتے ہیں، اور نہ

بے داغ خدا کے حضور میں پہنچ سکتے ہیں۔

دعا کیے مانگتے رہے:

اللہ سے مانگنا اللہ کو راضی کرنے کے لیے نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔

جو جتنا اللہ سے مانگتا ہے، اتنا اللہ سے قریب تر ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل

جنت اپنی اس خوبی کا بھی ذکر کریں گے:

﴿إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝﴾

(الطور: ۲۸)

سرزد ہو جائے، تو فوراً سنبھل جائیں۔ اس کو ”توبۃ النصوح“ کہتے ہیں، چنانچہ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَكْفِّرَ عَنْكُم سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ﴾ (التحریم: ۸)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا۔“

﴿نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التحریم: ۸)

”ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں اطراف میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

اتمام نور کے معنی لامتناہی ترقی عطا کرنا ہے، اس لیے ﴿إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کہہ کر قادر مطلق کی غیر محدود قدرتوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جس طرح یہ جذبہ قیامت میں مطلوب ہے، اسی طرح دنیا میں بھی مطلوب ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو سعی و کوشش جاری رکھتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت: ۶۹)

”اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں محنت کی ہم ان کو ضرور دکھائیں گے اپنے راستے۔“

آیت میں ”سبلنا“ (راستوں) کا ذکر ہے، منزل کا نہیں۔ کیوں

”بے شک ہم اس سے پہلے ہی اسے پکارا کرتے تھے، بے شک وہی تو بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

گویا خدا سے مانگنا بھی اہل جنت کی نشانی ہے۔ اس لیے جو لوگ غیر اللہ سے مانگتے ہیں، اللہ ان سے ناراض ہوتا ہے۔ (المؤمن: ۶۰)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے:

بہشت میں جتنی انعام و اکرام اور چین و آرام پا کر حق تعالیٰ کا یوں شکر کریں گے:

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۝﴾ (فاطر: ۳۴، ۳۵)

”اور وہ کہیں گے: سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاؤ پہنچتی ہے۔“

یہ وہ شکر گزار بندے ہیں جو نہ دنیا میں حرف شکایت زبان پر لاتے تھے اور نہ روز قیامت میں لائیں گے۔ اور جو کچھ حق تعالیٰ ان کو عطا کریں گے، اس کو وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تصور کرتے ہیں، مزدوری نہیں۔

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر:

بہشت میں جب جنتی اپنے نور ایمان کی مشعلیں فروزاں پائیں گے تو س پر وہ قناعت نہیں کریں گے بلکہ اس میں مزید آب و تاب کی درخواست کریں گے۔ کیوں کہ اصلی اور سچا مومن وہی ہے جو کسی منزل اور درجہ پر قناعت نہ کرے۔ جب دنیا میں ترقی درجات کے لیے عمر بھر کوشاں رہے تھے، آخرت میں ان کی یہ فطرت اور خو کیسے بدل سکے گی، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ رجوع الی اللہ میں یکسو رہیں۔ غفلت کا حملہ ہو جائے تو پھر تازہ دم ہو جائیں۔ لغزش

جنت میں جنتیوں کے دستور العمل میں یہ چیزیں بھی ہوں گی:
☆..... اللہ کی تسبیح
☆..... آپس میں ”السلام علیکم“، رواجی رنگ میں نہیں، دل کے
خلوص اور پیار سے۔

☆..... اللہ کی حمد۔ آرام و آسائش کی دنیا میں قدم رکھ کر
ذات حق کو بھولیں گے نہیں بلکہ سرتاپا سپاس گزار ہو کر اس کے
گن گائیں گے۔
اظہار تشکر:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا
جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
طِبُّكُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ (الزمر: ۷۳، ۷۴)

”اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ درگروہ جنت
کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس
کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے
کھول دیے گئے ہوں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں
گے تم پر سلام ہو کہ تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ،
ہمیشہ رہنے والے۔ اور وہ کہیں گے: سب تعریف اللہ کے
لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین
کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ
بنالیں۔ سو عمل کرنے والوں کا یہ اچھا اجر ہے۔“
ملائکہ جنتیوں کو خوش آمدید کہیں گے، اور جنتی اس کے جواب میں
سپاس گزاری پیش کرتے ہوئے اللہ کے گن گائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ درجات میں تفاوت اور اختلاف
کے باوجود بہشت میں جنتیوں کو کھلی آزادی ہوگی، جہاں چاہیں
گھومیں پھریں اور لطف اٹھائیں۔
اس آیت نے مکرر یہ بات دہرائی کہ جن کو بہشت کی طرف لے

کہ مومن کی سب سے آخری منزل ذات حق ہے اور اس کا تقرب
حاصل کرنے کے لیے درجات کا سلسلہ بالکل غیر محدود ہے۔ گویا
مومن کی سعی و کوشش اور نگاہ کی جولانیوں کے لیے جو لائگاہ بھی غیر
محدود سامنے دینی چاہیے، چنانچہ یہی جولانیاں قیامت میں بھی اپنی
آب و تاب کا مظاہرہ کیے بغیر نہیں رہ سکیں گی۔

توبہ، بار بار رجوع الی اللہ کے لیے نازہ دم رہنے کا ایک قوی ترین
ذریعہ ہے، اس لیے اس کو بھی الی غیر نہایہ جاری رکھنے کی اسلام نے
تلقین کی ہے، تاکہ یہ ترقی درجات کے سلسلے میں کسی منزل پر آ کر قہم
نہ جائے، اور نہ آگے بڑھ کر ترقی العکس کی زد میں آ کر اپنے مقام
سے نیچے آ رہے۔ خود مندرجہ ذیل آیت اور واقعہ میں بھی رہنمائی کا ہی
ذکر کیا گیا ہے۔

سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ:

بہشت میں جنتی لوگوں کی آخری صدا کیا ہوگی؟ اس کے متعلق فرمایا:
﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ
بِأَيْمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝
دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَ
آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾

(یونس: ۹، ۱۰)

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال
کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی
کرے گا، نعمت کے باغوں میں ان کے نیچے سے نہریں بہتی
ہوں گی۔ ان کی دعا ان (باغات) میں یہ ہوگی ”سبحانک
اللہم“ ”پاک ہے تو اے اللہ!“ اور ان کی آپس کی دعا
ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا:
”الحمد لله رب العالمین“ ”سب تعریف اللہ کے
لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“
اس میں ایمان اور عمل صالح کی برکت کے نتیجے میں تقرب الہی
کی رہنمائی ہوگی۔

جایا جائے گا وہ متقی، اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیت نے یہ بھی واضح کیا کہ جنتی لوگ جس طرح آخر میں الحمد للہ کہیں گے ویسے ہی وہ بہشت میں داخلے کے وقت بھی الحمد للہ کہیں گے۔

آئیے! میرا اعمال نامہ پڑھیے:

جنتی کو جب اعمال نامہ دہانے ہاتھ میں ملا تو وہ خوشی کے مارے ہر کسی کو دکھاتا پھرتا ہے کہ لو! یہ میرا اعمال نامہ پڑھو۔

(فوائد عثمانی ملخصاً)

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِمِصْنِهِ فَيَقُولُ هَٰؤُلَاءِ أَقْرَأُ كِتَابِيهِۦ﴾

﴿إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيهِۦ﴾ (الحاقۃ: ۲۰، ۱۹)

”سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دہانے ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔“

اس کے برعکس دوزخی کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا، مجھ کو میرا اعمال نامہ

نہ ملتا!

جنتی کافروں پر نہیں گے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ

انْقَلَبُوا فَيَكْهِنُونَ ۝﴾ (المطففين: ۲۹-۳۱)

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے، ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔“

چوں کہ کفار انجام کے معلوم ہونے سے پہلے اہل ایمان پر ناحق ہنسا کرتے تھے اور غنڈوں کی طرح اللہ والوں کو تحول بنایا کرتے تھے، اس لیے آخرت میں جنتی ان کو برے حال میں دیکھ کر مسکرائیں گے:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝

”سو آج وہ لوگ، جو ایمان لائے، کافروں پر ہنس رہے

ہیں۔“﴾ (المطففين: ۳۴)

﴿عَلَى الْأَرْئِثِ يَنْظُرُونَ ۝﴾ (المطففين: ۳۵)

”تختوں پر (بیٹھے) نظارہ کر رہے ہیں۔“

یعنی اپنی خوش حالی اور ان کی بد حالی کا نظارہ کریں گے۔ ظاہر ہے یہ مقابلے کا نظارہ کافروں کے لیے جلتی پر تیل کا کام دے گا۔ لیکن یہاں پر یہ بات سمجھنے کی چیز ہے کہ وہاں پر جنتی کافروں پر نہیں گے، وہ ایک سنجیدہ قسم کی طنز ہوگی۔ کیوں کہ باخدا ہستیوں سے غیر سنجیدہ ہنسی اور طنز نہ دنیا میں ممکن تھی اور نہ آخرت میں یہ ممکن ہوگی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے عباد الرحمن (رحمان کے بندوں) کی صفات کے ذکر میں ان کی ایک یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے:

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ (الفرقان: ۶۳)

”اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرنے لگیں تو کہہ دیں

کہ سلام۔“

﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ (الفرقان: ۷۲)

”اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو

باعزت گزر جاتے ہیں۔“

رب سلام کہلا بھیجے گا:

سب سے بڑا فوز اور کامیابی کی معراج یہ ہے کہ اللہ خود اپنے بندے کو سلام علیک کہے:

﴿وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ۝ سَلَّمَ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۝﴾

”اور ان کے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو وہ طلب کریں

گے۔“ سلام ہو، اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے

حد مہربان ہے۔“﴾ (یس: ۵۷، ۵۸)

شنیدہ ام کہ زمنے یاد میکنی گاہے

خوش آں گدا کہ گہے یاد او کند شاہے

دنیا کے ایک ساتھی کی تلاش:

دنیا میں بھلے یا برے، جن کے ساتھ کچھ دن گزارے ہوں گے، بہشت میں ان کی بھی یاد آئے گی۔ ادھر ادھر پوچھیں گے، ان کی باتیں چھڑیں گی، آخر ان کی تلاش ہوگی:

﴿فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۚ يَقُولُ إِنَّكَ لَمِنَ الْمَصْدُوقِينَ ۚ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا إِنَّنَا لَمَعْدِيُونُونَ ۚ قَالَ هَلْ أُنْتُمْ مَّطْلُوعُونَ ۚ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۚ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كَذَبْتُ لَكَرْدِيَيْنِ ۚ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝﴾ (الصف: ۵۰-۵۷)

”پھر ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک میرا ایک ساتھی تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ کیا واقعی تو بھی ماننے والوں میں سے ہے۔ جب ہم مر گئے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا واقعی ہم ضرور جزا دیے جانے والے ہیں؟ کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ پس وہ جھانکے گا تو اسے بھڑکتی آگ کے وسط میں دیکھے گا۔ کہے گا: اللہ کی قسم! یقیناً تو قریب تھا کہ مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو یقیناً میں بھی ان میں ہوتا جو حاضر کیے گئے ہیں۔“

پھر یہ جنتی شخص اپنے کافر ملاقاتی کو اس کے انکار قیامت کا طعنہ دے گا:

﴿أَفَمَا نَحْنُ بِمَبِيتِينَ ۚ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّيَنِ ۝﴾ (الصف: ۵۸، ۵۹)

”تو کیا ہم کبھی مرنے والے نہیں ہیں مگر ہماری پہلی موت، اور نہ ہم کبھی عذاب دیے جانے والے ہیں۔“

یعنی اب تو تمہیں یقین ہو گیا ہوگا کہ دنیا میں ہم نے جو یہ نعرے لگا رکھے تھے کہ بس ایک بار مرنا ہے، اس کے بعد نہ قیامت ہے نہ

حشر، نہ عذاب ہے نہ ثواب، کچھ بھی نہیں۔ یہ سب غلط نعرے تھے۔ دراصل اس طرز سے جہنمی کا احساس درد اور ہی تیز ہو جائے گا اور اب وہ مزید تڑپے گا۔ أعاذنا اللہ منها سلام سلام کی آواز ہوگی:

جنتی جب جنت میں جائیں گے تو وہاں پر عیش و تنعم میں پڑ کر آج کی طرح الٹ پٹو نہیں بولیں گے بلکہ وہاں ہر طرف ”سلام علیک، سلام علیک“ کی آوازیں آئیں گی۔ آپس میں فرشتوں اور اللہ کی طرف سے، ہر جانب سے یہی صدا آئے گی:

﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۚ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝﴾ (الواقعة: ۲۵، ۲۶)

”وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات، مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“



دینی و دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج

تعصب و منافرت سے بالاتر پاکیزہ ماحول میں نونہالان قوم کی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام، تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ تکمیل مسجد و مدرسہ کا کام بھی جاری ہے۔

مرکز حسین ابن علی الاسلامی

جام پور روڈ۔ ڈیرہ غازی خان

اس کے علاوہ جامع مسجد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تعمیر جاری ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے اخراجات و تنخواہوں کے سلسلے میں مختیر احباب خود تشریف لا کر جائزہ لے سکتے ہیں۔ ہم آپ کے تعاون کے منتظر رہیں گے۔ اکاؤنٹ نمبر 4356/6، مسلم کرشل بینک جام پور روڈ پائیگاہ

برانچ کوڈ: 0847

بانی و مہتمم: محمد حامد اللہ چنگوانی۔ فون 0333-2641212
ناظم مدرسہ: (مولانا) محمد ذکریا خاں چنگوانی۔ فون 0333-8578724

ڈینگى وائرس سے بچنے کے نبوى نسخے

عمر فاروق قدوسى (مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور)

دعا پڑھے گا اوّل تو مجھ سے کالے گا ہی نہیں، اور اگر ایک چھوڑ ہزار
مجھ بھی کاٹ لیں تو ان شاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔
۲: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی
رحمت اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مغرب کے وقت تین مرتبہ درج ذیل دعا پڑھے تو اس
رات وہ ہر قسم کے زہریلے جانور کے کاٹنے سے محفوظ رہ جاتا ہے۔
(ڈینگى کی زہرناکی کچھ کم تو نہیں!)

”أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.“
”میں تمام مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کامل (تاخیر
والے) کلمات کی پناہ لیتا ہوں۔“ (مسند احمد، حدیث
نمبر: ۷۸۹۸، منقول از اذکار نافعہ، پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی، ص: ۱۳۱)

ڈینگى کے مریض کو دیکھیں تو کیا پڑھیں؟

اب آپ ایک اور نہایت قیمتی دعا ملاحظہ فرمائیے کہ جس کے فوائد
و ثمرات کی کوئی انتہا نہیں۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہما نے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ یقیناً رسول اللہ نے فرمایا:
جو کسی مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر درج ذیل دعا پڑھے تو اس کو
زندگى بھر کے لیے اس مصیبت سے، خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو،
عافیت دے دی جاتی ہے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ
وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا.“

”تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس چیز سے
عافیت دی، جس میں تجھے مبتلا کیا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں
سے کثیر تعداد پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔“

(جامع ترمذی: ۳۶۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۸ منقول از اذکار نافعہ

ان دنوں صوبہ پنجاب میں بالعموم اور شہر لاہور میں بالخصوص ڈینگى
بخار کی وبا عام ہے۔ آئندہ سطور میں نبی مکرم ﷺ کی احادیث کی
روشنی میں چند دعاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ ان پر عمل کر کے
ہر صاحب یقین مسلمان مصیبتوں، پریشانیوں اور وبائی امراض، بالخصوص
ان دنوں پھیلے ہوئے ڈینگى بخار سے بچ سکتا ہے بشرطیکہ ہمارا عقیدہ
خالص توحید پر مبنی اور ہمارا عمل قرآن و سنت کے عین مطابق ہو۔

ماہرین کے مطابق ڈینگى بخار کا سبب بننے والا مجھ سے عموماً طلوع
آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے قریب حملہ آور ہوتا ہے۔
ہمارے پیارے نبی ﷺ نے چند ایسی دعائیں سکھلائی ہیں اگر کوئی
صبح انھیں پڑھے تو شام تک محفوظ رہے گا اور اگر شام کو پڑھے تو صبح
تک محفوظ و مامون رہے گا۔ ان میں سے دو دعائیں ملاحظہ فرمائیں:

۱: امام ابو داؤد اور امام ترمذی رحمہما نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص
صبح و شام اس دعا کو تین تین بار پڑھے گا، اسے کوئی شے نقصان
نہیں پہنچا سکے گی:

”بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي

الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.“

”اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام (کی برکت) سے

زمین اور آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ

خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔“

(سنن ابو داؤد: ۵۰۷۷، جامع الترمذی: ۳۶۱۲، بحوالہ اذکار نافعہ، ص:

۱۳۰، از پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی رحمہ اللہ)

سوچنے کی بات ہے کہ مجھ سے کالے کاٹنے کے امکانات بھی صبح و شام
ہی زیادہ ہیں۔ جو شخص شرک سے پاک عقیدے اور کامل یقین سے یہ

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی، ص: ۱۶۳)

آپ مندرجہ بالا دعا بغور پڑھیں اور ایک سے زائد مرتبہ پڑھیں یہاں تک کہ یہ دعا آپ کے دل پر نقش ہو جائے۔ یہ دعا اپنے اہل خانہ کو بھی یاد کرائیں۔ اگر کوئی شخص ڈینگلی سے متاثرہ کسی مریض کو دیکھ کر مندرجہ بالا دعا پڑھے تو وہ ضرور ڈینگلی بخار سے محفوظ و مامون رہے گا (ان شاء اللہ)۔ کیوں کہ اس کا وعدہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اور مخلوق میں ان سے زیادہ سچا کون ہوگا؟ کیا ایسی جامع دعا کے ہوتے ہوئے ہمیں ان وبائی امراض سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے؟ المیہ یہ ہے کہ ہمیں نہ اپنے رب پر سچے دل سے یقین ہے اور نہ اس کے پیارے حبیب ﷺ کے اوراد و وظائف پر۔ ہم دُر کے دھکے کھاتے ہیں، مجرب عملیات و تعویذات اور غیر مسنون وظائف کے چکر میں پڑ کر ایمان کی دولت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ ہم نے اپنے مرشد اور پیر کے سکھائے ہوئے پر عمل تو کیا کہ جن اعمال اور وظائف کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور نہ اللہ کے ہاں ان کی قبولیت کی کوئی ضمانت ہے لیکن ہم نے نبی اکرم ﷺ کے اوراد و وظائف کو فراموش کر دیا، چنانچہ آج ہمارے رب نے بھی ہمیں فراموش کر دیا ہے۔

ڈینگلی سے اپنے بچوں کو اللہ کی حفاظت میں دیں:

وبا کے ان دنوں میں بالخصوص اور دیگر ایام میں بالعموم کثرت سے اپنے بچوں پر درج ذیل دُعا کا دم کرنا چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان الفاظ سے پناہ طلب فرماتے تھے، اور ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام پر یہ دم کیا کرتے تھے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ .

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر قسم کے شیطان، ہرزہ ریلے جانور اور ہر نقصان پہنچانے والی

نظر بد سے۔“ (صحیح بخاری: ۳۳۷۱)

ڈینگلی بخار کے مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو کیا کہیں:

جب ہم کسی ایسے مریض کے پاس جائیں کہ جو ڈینگلی بخار یا کسی

اور مرض میں مبتلا ہو تو اس کے سر ہانے یہ دعا پڑھیں:

أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ .

”میں عظمت والے اللہ سے، جو عرش عظیم کے رب ہیں، سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفا عطا فرمائیں۔“

(سنن ابوداؤد: ۳۱۰۴، جامع ترمذی: ۲۱۶۵، منقول از اذکار نافعہ، از

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی، ص: ۱۴۶)

امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کا وقت اجل نہ آچکا ہو اور سات دفعہ یہ (مندرجہ بالا) دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مرض سے شفا عطا فرمادیتے ہیں۔

ڈینگلی بخار میں مبتلا مریض کیا دعا کرے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص جو ڈینگلی کا شکار ہو چکا ہے (یا کسی اور مرض میں مبتلا ہے) اس کے لیے کون سا وظیفہ پڑھنا فائدہ مند ہے؟ آئیے! نبی کریم ﷺ کی سیرت سے اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں۔ جب نبی مکرم ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کو بخار چڑھا تھا۔ وفات کے وقت بھی آپ کو تیز بخار تھا۔ آپ کی اس کیفیت کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔ کتب احادیث میں آتا ہے کہ آپ بخار کی شدت سے سخت بے چین تھے اور آپ بار بار آخری تینوں سورتیں یعنی قل هو اللہ احد (مکمل)، قل اعوذ برب الفلق (مکمل) اور قل اعوذ برب الناس (مکمل) پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر ان مقدس ہاتھوں کو اپنے پاکیزہ وجود پر پھیر لیتے تھے۔ بعد میں جب آپ کے اندر اتنی سکت بھی نہ رہی تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آخری تین سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں پر پھونک مارتیں۔ پھر آپ ﷺ کے ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتیں۔ اس لیے وہ لوگ جو مشیت الہی سے ڈینگلی میں مبتلا ہو چکے ہیں، انہیں چاہیے کہ کثرت

جاتے ہیں اور کچھ اسی طرح بیمار رہتے ہیں، چنانچہ دوائی کھاتے وقت بھی یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ شفا کا مالک تو صرف اور صرف وہی ہے کہ جو ”الشافی“ (شفا دینے والا) ہے، جس کے علاوہ نہ کوئی شفا دینے والا ہے اور نہ کسی کے در سے شفا مل سکتی ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے عقائد درست فرما دے اور ہمارے اعمال سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق کر دے اور ہمیں ہر قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفا عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین



ضرورت مدرس

دارالحدیث اوکاڑا میں ایک فاضل درس نظامی وفاق اور کم از کم ایف۔ اے پاس مدرس کی ضرورت ہے۔ جو دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی دے سکے۔ کوائف ارسال کریں اور درج ذیل فون پر رابطہ کریں۔ (عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث، اوکاڑا 044-2521460 / 0312-4403173)

سے ان تین سورتوں کا اپنے اوپر دم کریں کیوں کہ بذات خود اپنے اوپر دم کرنا زیادہ بہتر ہے، نیز سورہ فاتحہ کا دم کریں کہ سورہ فاتحہ میں شفا ہے۔ کثرت سے درود ابراہیمی پڑھیں کیونکہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور درود شریف ہر غم سے نجات کے لیے کافی ہے۔ (جامع ترمذی ۲۵۷۴)

ایک توجہ طلب نکتہ:

مندرجہ بالا مسنون اوراد و وظائف پڑھنے کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ طبی علاج معالجے کو ترک کر دیا جائے۔ بلکہ ان اوراد و وظائف کے ساتھ ساتھ علاج معالجے اور احتیاطی تدابیر کو بھی اختیار کیا جائے کیوں کہ اسباب بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہم اسباب کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ البتہ یہ بات جان لینی چاہیے کہ کامل شفا مسبب الاسباب کے پاس ہے نہ کہ اسباب میں شفا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ضروری تھا کہ Panadol کھانے والے ہر مریض کو بخار سے آرام آجاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دوا سے کچھ لوگ شفا یاب ہو

دارالحدیث اوکاڑہ میں داخلہ جاری ہے

دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق تعلیم کا نیا انداز
دینی و دنیوی تعلیم کا ایک ساتھ اجراء

- ①..... شعبہ کتب میں پرائمری پاس ناظرہ پڑھے طلباء کو بھی کلاس میں داخلہ
- ②..... ڈل پاس طلباء کے لیے میٹرک، ایف۔ اے کی تعلیم کا معقول بندوبست
- ③..... شعبہ حفظ میں دوسرے قابل مفتی استاد قاری محمد نعیم صاحب کی تقرری والدین حفظ کے لیے کم از کم پرائمری پاس ناظرہ پڑھے بچوں کو جلد داخل کروائیں۔

تمام درجوں میں داخلہ ہو سکے گا۔

نوٹ: بخاری شریف پڑھنے والے طلباء کو نقد و نفیض بھی دیا جاتا ہے، ان شاء اللہ۔

قابل ترین اساتذہ بہترین ماحول جلد داخلہ لیں

الداعی الی الخیر: عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ اوکاڑا

044-2521460 / 0312-4403173

قادیانی شبہات کا ازالہ

عطاء محمد جنجوعہ

مرزا قادیانی مثل مسیح کیوں نہیں؟

منظف درانی نے لکھا ہے:

”ہم سب حصول برکت کے لیے اپنے بچوں کے نام گزشتہ انبیائے کرام کے نام پر رکھتے ہیں جس کو معاشرہ قبول کر لیتا ہے جب کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں آنے والے امام کو مسیح اور عیسیٰ ابن مریم کا نام دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ میرا اور آپ کا رکھا ہوا نام تو قابل قبول ہو لیکن حضرت محمد ﷺ کا رکھا ہوا نام قابل قبول نہ ہو۔“

یہ درست ہے کہ ہم مسلمان عقیدت و محبت کے طور پر اپنے بچوں کے نام انبیائے کرام کے نام پر رکھتے ہیں لیکن کسی ایک مسلمان کا مدعا یا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بچہ نبی کی طرح معصوم ہوگا یا اُس پر وحی آئے گی۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت میں سے پیدا ہونے والے کسی فرد کا نام مثل مسیح نہیں رکھا بلکہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کا ذکر فرمایا جن کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ آپ نے تشبیہ اور استعارہ کی بحث کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو مثل مسیح کہا، وہ کسی صورت مثل مسیح نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مرزا خود کو جس عیسیٰ کا مثل کہتا ہے، اپنی تحریروں میں اس کے بارے میں کیا کچھ کہتا ہے۔ نقل کفر، کفر نہ باشد۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”ہاں، آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیوں کہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے

تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی جن جن پیشین گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جاتا آپ نے فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو، جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب ”طالمود“ سے چرا کر لکھا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اُس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور اُن کو حرام کا اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کر لیا۔“

(حاشیہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن: ۲۸۹/۱۱، ۲۹۰)

”آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دایاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“ (انجام آتھم، ۷: مندرجہ روحانی خزائن: ۲۹۱/۱۱، ۲۹۱/۱۲) مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“

(کشتی نوح، حاشیہ ص: ۷۳۔ روحانی خزائن: ۷۱/۱۹)

یورپ میں لڑکی کا بوائے فرینڈ کے ساتھ خفیہ و آزادانہ ملاپ سوسائٹی کا حصہ بن چکا ہے۔ مرزا قادیانی نے اُن کے فعل بد کی تائید کے لیے اور مسلمانوں میں رواج دینے کے لیے مائی مریم طاہرہ پر

خیریت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام، ص: ۵ از حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

حکیم محمد علی پرنسپل طیبہ کالج امرتسر لکھتے ہیں:

”ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر

عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً

تحریر کرتے ہیں:

”حسب ارشاد پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا جواب ذیل ہے:

”ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے

جو ولایت سے سر بند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت

ساڑھے پانچ روپے ہے۔“ (حاشیہ سودائے مرزا، ص: ۳۹، ۲۱

دسمبر ۱۹۲۹ء)

دعا فروش:

پٹیالہ کے ایک رئیس کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ مرزا صاحب

کے خواص سے دعا کی سفارش کی تو ان کو جواب دیا کہ محض رسمی طور پر

دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی۔ دو باتیں ضروری ہیں:

گہرا تعلق ہو یا دینی خدمت۔ رئیس سے کہو ایک لاکھ روپیہ دے تو پھر

ہم دعا کریں گے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ اس کو ضرور

لڑکا دے گا۔ (سیرت المہدی، ۲۵/۱ مصنفہ بشیر احمد مرزا)

مساجد اور مدارس کی تعمیر کے لیے اپیل کرنا جائز ہے اور جہاد کی

تیاری کے لیے مسلمانوں سے مال و متاع اکٹھا کرنا مستحسن عمل ہے

لیکن لڑکے کی پیدائش کے لیے دعا کو ایک لاکھ سے مشروط کرنا نیک

آدمی کا نہیں کاہنوں کا شیوہ ہے۔

”بوڑھی ملازمہ لحاف کے اوپر سے مرزا قادیانی کو دبا رہی

تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا: بھانوا آج بڑی

سردی ہے۔“ (سیرت المہدی، ۳/۲۱۰ از مرزا بشیر احمد ایم اے)

”رات کے وقت عورتیں مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمت

کرتی تھیں۔“

بہتان باندھا کہ حضرت مریم کا اپنے منسوب سے نکاح سے پہلے تعلق

تھا۔ (ایام الصلح، ص: ۷۴۔ روحانی خزائن، ۳۰۰/۱۴)

”اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے

تئیں نکاح سے روکا، پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے

بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔

باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں

راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آئے! مگر میں کہتا

ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت

میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔“

(کشتی نوح، ص: ۲۰۔ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸/۱۹)

جناب مظفر درانی صاحب پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان

حوالوں کو غلط ثابت کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد

قادیانی کے عیسیٰ سے متعلق مذکورہ اوصاف کو قرآن و حدیث سے

ثابت کریں۔ درانی صاحب! بصورت دیگر آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا

کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا مثل نہیں ہے

بلکہ اُس نے اپنے بیہودہ کردار پر اعتراض کرنے والوں کا منہ بند

کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عصمت اور مائی مریم طاہرہ علیہا السلام

کی طہارت و پاکیزگی پر بہتان باندھے ہیں۔

راقم نے حیات عیسیٰ اور قادیانی نظریات کی تردید میں مرزا

قادیانی کے کردار کا خاکہ پیش کیا۔ جناب درانی صاحب نے شکوہ کیا

کہ حوالہ نہیں۔ نفس مضمون کی مناسبت سے مرزا کا کردار با حوالہ پیش

کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی شراب کا رسیا تھا:

”محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ

اللہ وبرکاتہ!

اس دن میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیائے خوردنی خود

خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے

خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے۔ باقی

عبدالرزق مہتہ جو تادم مرگ قادیانی رہا، نے اس بلیو فلم کو ”مرزائیوں کی روحانی شکار گاہ“ کے نام سے تحریر کیا۔

دینی جریدہ کے طہارت فکر کا لحاظ ہے۔ درانی صاحب کم از کم اس کا صفحہ ۲۱ تا ۳۰ کا مطالعہ کریں۔ کتاب مارکیٹ میں دستیاب نہ ہو تو اس کا عکسی ثبوت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شائع کردہ کتاب ”ثبوت حاضر ہیں“ میں موجود ہے اس کے صفحہ ۵۴۲ تا ۵۴۸ کو غور سے پڑھیں۔

کیا اس قسم کے مشکوک کردار کا حامل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا مثل ہو سکتا ہے جن کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ﴿وَجِئْنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ (آل عمران: ۴۵) ”بڑے مرتبے والا دنیا اور آخرت میں اور مقرب بندوں میں ہے۔“ کہا گیا ہو۔ پس مرزا ہرگز مثل نہیں۔

فطری امر ہے کہ قارئین کے ذہن میں سوال جنم لے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کس بنیاد پر خود کو مثل مسیح (مسیح جیسا) کہا اور استعارہ کی کون سی ترکیب سوچھی۔ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ آیا یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توہین ہے یا مثل مسیح کا استعارہ۔ قاضی یار محمد قادیانی مرید مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتا ہے:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔ (اسلامی قربانی ٹریکٹ نمبر ۳۴)

مرزا غلام احمد قادیانی نے استعارہ کی وضاحت کی:

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔“

(کشتی نوح، ص: ۴۷۔ روحانی خزائن، ج: ۱۹، ص: ۵۰)

ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا ہے کہ مجھ سے میری لڑکی نہ نب بیگم نے بیان کیا ہے کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دودفعہ ایسا موقع آیا کہ عشا کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا، پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند، نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لیے بھی اسی طرح کئی راتیں گزارنی پڑیں تو حضور نے فرمایا کہ نہ نب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔“

(سیرت المہدی: ۳/۲۷۲، ۲۷۳ از مرزا بشیر احمد)

کس قسم کی خدمت؟ جس سے شرمندگی ہوتی تھی اس کو سمجھنے کے لیے قادیانی جریدہ کی گواہی ہی کافی ہے۔

”حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی بکھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں کیوں کہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیوں کہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان، مؤرخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء)

مذہبی بھیس میں عصمتوں پر ڈاکے ڈالنے والے بھیڑیا کا اثر اس کے خاندان پر کیا پڑا۔ عبدالرزاق مہتہ کے خاندان نے قادیانیت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا۔ اُن کی یہ قربانیاں رنگ لائیں۔ وہ مرزا خاندان کے قریب تر ہو گیا اور وہ مرزا محمود کی خلوتوں کا ساتھی بن گیا۔ مرزا محمود اپنے مقدس رشتہ کو کس طرح پامال کرتا رہا اور مہتہ مرزا محمود کی موجودگی میں اس کی بیگمات اور صاحبزادیوں سے کیا کرتا رہا۔

عام فہم آدمی بھی اتنا شعور رکھتا ہے کہ نقل یا مثل کھوٹے سکے کی طرح ہے جس کو اصل سے نسبت دینا حماقت کی علامت ہے۔
قادیانیو! آپ کے نزدیک اصل مسیح کا آنا مراد نہیں بلکہ مثل مسیح آنا مقصود ہے تو خاتم النبیین ﷺ کے دور سے مرزا قادیانی تک جن افراد نے نبوت و مسیحیت و مہدیت کا دعویٰ کیا مرزا قادیانی نے اُن میں سے کسی کی حقانیت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس طرح مرزا قادیانی کے بعد جن چند مرزائیوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ قادیانی امت نے اُن کو کاذب کہا۔

توجہ طلب پہلو ہے کہ مرزا اور اس کے جانشینوں نے کس دلیل کی بنیاد پر اُن کو کاذب کہا؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ جس دلیل کی رو سے جھوٹے تھے اسی دلیل کی بنیاد پر مرزا قادیانی جھوٹا ہے۔
قادیانیو! آپ کا دعویٰ ہے کہ ”حضرت مسیح خود نہیں بلکہ مثل مسیح آئیں گے۔“ کیا آپ مذکورہ الفاظ قرآن و حدیث سے دکھا سکتے ہیں؟



ضروری اعلان

حضرت مولانا حافظ محمد یوسف لکھڑوی رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کی ایک نامور عالم و فاضل شخصیت تھے۔ آپ کا تعلق اکابر اہل حدیث علماء میں ہوتا تھا۔ ہم مولانا موصوف کے حالات و واقعات پر ایک کتاب ترتیب دینا چاہتے ہیں۔ لہذا جب احباب جماعت، بزرگوں، دوستوں کے پاس مولانا محمد یوسف لکھڑوی صاحب کی کوئی تقریر، تحریر یا خط وغیرہ موجود ہوں تو ہمیں معلومات دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ یا ہمیں ارسال کر دیں اس کے اخراجات ہم دیں گے۔
امید ہے احباب تعاون فرمائیں گے۔

حافظ عطاء السلام بن مولانا حافظ محمد یوسف لکھڑوی

سکول بک ڈپو، اردو بازار۔ گوجرانوالہ

فون نمبر: 0300-5708099

عیسائی قوم حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں لیکن کسی پادری نے اللہ کی اس طرح توہین نہیں کی جس طرح مرزا قادیانی نے خود کو مثل مسیح ثابت کرنے کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان اقدس کے بارے گستاخی کی ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر برملا کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا کشف رحمانی نہیں شیطانی و سواس ہے۔
مظفر درانی صاحب! آپ نے مثل مسیح کہہ کر یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اصل مسیح نہیں بلکہ مسیح جیسا ہے۔

اصل اور مثل میں فرق واضح کرنے کے لیے روزمرہ زندگی سے مثال پیش کرتا ہوں۔ آپ کو بہو یا بیٹی کے لیے سونا (Gold) کے ہار کی ضرورت ہے۔ صرف آپ کو کہے اصل نہیں مثل ہے وہ لے لو یقیناً آپ انکار کریں گے۔ صرف دعویٰ کرے کہ ہے تو مثل لیکن اصل سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اگر آپ صرف کی چکنی چڑی باتوں میں آکر اصل کی قیمت ادا کر کے مثل خرید لیں کیا اہل خانہ و خویش اقارب آپ کی فہم و فراست کی داد دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ کہیں گے کہ نقل یا مثل کسی صورت اصل سے اعلیٰ تو درکنار برابر بھی نہیں ہو سکتی۔

قادیانیو! جس کو آپ مثل کہتے ہیں اُس کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت رکھتا ہے۔

”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔“

(دافع البلاء، ص: ۲۰۔ روحانی خزائن، ج: ۱۸، ص: ۲۴۰ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی دوسری جگہ دعویٰ کرتا ہے:

”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اُس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔“

(دافع البلاء، ص: ۱۳۔ مندرجہ روحانی خزائن، ج: ۱۸، ص: ۲۳۳)

اگر اللہ نے نام رکھا ہے تو غلام احمد ابن چراغ بی بی کا نام کتاب

وسنت سے ثابت کرو؟

مولانا ابو حفص عثمانی رحمہ اللہ

عبدالرحیم اظہر الکریمی ڈیروی

اگست ۱۹۹۵ء میں تحریک آزادی کے مجاہد ”مولانا ابو حفص عثمانی رحمہ اللہ“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں: ”جنوبی پنجاب میں آپ (مولانا عثمانی) نے سب سے پہلے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ وہ داخلہ ناؤن کمیٹی کے وائس چیئرمین بھی رہے۔ نیز خضر حیات کے دور میں جب کونسل آف ایکشن مسلم لیگ پنجاب بنی تو یہ تین ممبروں میں سے ایک تھے۔ بعد ازاں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کے شعبے میں بطور اسسٹنٹ تعینات ہوئے۔

مولانا عثمانی مرحوم کی دینی خدمات بہت ہیں۔ وہ دوران سروس وقتاً فوقتاً ڈیرہ غازی خان کی دوسری جامع مسجد اہل حدیث بلاک: ۱۵، جس کو آغاز ہی میں مرکزی حیثیت حاصل ہو چکی تھی، میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے۔ جب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث میاں فضل حق رحمہ اللہ کو مولانا حفص عثمانی رحمہ اللہ کی دینی خدمات کا پتا چلا تو آپ ڈیرہ غازی خان تشریف لائے اور مولانا عثمانی مرحوم سے ملاقات کی، نیز اپنی آمد کی غرض وغایت بھی بتائی کہ ہمیں آپ کی دینی خدمات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد مولانا عثمانی مرحوم موضع یارو کھوسہ جو ڈیرہ غازی خان سے ۱۶ کلومیٹر بجانب شمال ایک معروف قصبہ ہے، وہاں مولانا عبدالکریم ڈیروی سابق مدرس الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد (جو راقم کے والد محترم ہیں) کے پاس تشریف لائے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ آخر والد محترم نے فرمایا کہ محترم عثمانی صاحب! آپ کو دینی و جماعتی خدمت کے حوالے سے جانا چاہیے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو علم عطا کیا ہے، یہ دوسروں تک بھی پہنچایا جائے، تاکہ آپ جیسی علمی شخصیت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ بالآخر مولانا عثمانی مرحوم نے میاں فضل حق مرحوم کو اپنی

مولانا ابو حفص اللہ بخش عثمانی بن محمد عثمان بن محمد ۶ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ڈیرہ غازی خان کے قصبہ داخلہ کے میو راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ صحرائی اور کوہستانی تھا۔ ان کے والد محترم حکمت اور زمیندارہ کا کام کرتے تھے۔

مولانا عثمانی ذہین طالب علم تھے۔ ایک مرتبہ جو بات سن لیتے وہ یاد ہو جاتی۔ مولانا عثمانی مرحوم نے جماعت پنجم اور ہشتم میں تعلیمی وظیفہ حاصل کیا۔ دینی تعلیم کا آغاز مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ چورہٹوی ڈیروی (واعظ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) سے کیا۔ اور میٹرک کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ ۱۹۳۲ء میں میٹرک کر لیا۔ مولانا چورہٹوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا حافظ عبدالرحمن چنگوانی، مولانا عبدالنواب محدث ملتانی، مولانا عبداللہ محدث ملتانی، مولانا عبداللہ محدث ریاستی اور مولانا محمد اسماعیل السلفی رحمہ اللہ سے تعلیمی استفادہ کیا۔

مولانا عثمانی مرحوم ایک دفعہ اپنے ایک دوست مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی مسجد گئے اور کہا: آپ کا مدرسہ کہاں ہے؟ مولانا سیالکوٹی نے فرمایا: کیسا مدرسہ! یہاں تو طالب علم ہی نہ رہے جنہیں پڑھایا جاسکے۔ ہاں! اگر آپ طالب علم نہیں تو مدرسہ کھولتے ہیں۔ چنانچہ مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ نے انھیں اپنا شاگرد بنا لیا۔ انھوں نے اپنے دور کا سولہ سالہ درس نظامی کا کورس صرف آٹھ سال میں مکمل کر کے ۱۹۳۹ء میں دینی علوم کی سند فراغت حاصل کر لی۔

مولانا ابو حفص عثمانی مرحوم نے سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ مولانا عثمانی مرحوم ضلع ڈیرہ غازی خان میں پہلے مسلم لیگی ہیں جنہوں نے اپنے علاقہ داخلہ میں مسلم لیگ کی شاخ قائم کی۔ مزید برآں محترم چوہدری عبدالعزیز گوجر نے روزنامہ نوائے وقت بمؤرخہ ۱۸

آبادگی کا اظہار فرمایا تو میاں صاحب نے اُن کو پہلی فرصت میں جمعیت اہل حدیث خوشاب کے زیر اہتمام ایک دینی مدرسہ میں مدرس مقرر فرمایا۔

مولانا عثمانی صاحب جماعت اہل حدیث کے مقتدر عالم و محقق تھے اُن کی نظر مختلف علوم پر کافی گہری تھی۔ ازاں بعد اُن کو جماعت اہل حدیث کی مرکزی درس گاہ الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد کا ناظم مقرر کر دیا گیا۔ نظم و نسق بڑے ادارے کا ہوا چھوٹے کا، محنت طلب کام ہوتا ہے۔ جس کے لیے دل و دماغ کی قوتوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ یہ تمام باتیں ایک مدرسہ اور معاملہ فہم ناظم یا پرنسپل پر منحصر ہوتی ہیں۔ مولانا ابوحفص عثمانی ڈیروی رحمہ اللہ نے اپنے دور نظامت میں مرکزی تعلیمی ادارے الجامعۃ السلفیہ میں مثالی نظم و ضبط قائم رکھا۔ اور وہ اصول پسند بھی تھے۔ حافظ ریاض احمد عاقب صاحب نے اپنی تالیف ”مولانا عبدالنواب محدث ملتان“ حیات، خدمات، آثار“ کے صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ اُستاد محترم شیخ محمد بن عبداللہ شجاع آبادی رحمہ اللہ نے بتایا کہ جامعہ سلفیہ میں مولانا ابوحفص عثمانی نے مولانا محمود احمد غنفر صاحب کو کسی بات پر جامعہ سے خارج کر دیا تو مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمہ اللہ صاحب جامعہ تشریف لائے اور انھوں نے ان کی سفارش کی لیکن یہ سفارش قبول نہیں کی گئی۔

مولانا ابوحفص عثمانی رحمہ اللہ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ان میں خودداری بھی انتہا درجے کی تھی۔ بھوک برداشت کر لیتے تھے مگر دست سوال دراز نہ کرتے اور حق بات نہ کہہ دیتے تھے۔ اُن سے کسی کی رعایت نہ ہوتی، چنانچہ محترم چوہدری محمد نسیم صاحب جو مولانا عثمانی مرحوم کے خاص دوست چوہدری محمد یوسف مرحوم سابق ضلعی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ڈیرہ غازی خان کے فرزند ہیں، انھوں نے اپنے فرزند نسیم صاحب کے نکاح کے وقت مولانا ابوحفص صاحب کو مدعو کیا تو انھوں نے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تھا کیوں کہ (بقول نسیم) اُس وقت نسیم صاحب نمازی نہ تھے۔

محترم چوہدری نسیم صاحب نے مزید بتایا کہ جب میری والدہ

محترمہ فوت ہوئیں تو ان کا جنازہ مولانا عثمانی مرحوم نے پانچ تکبیرات کے ساتھ جہراً پڑھایا۔ میں بے حد متاثر ہوا اور دل میں خیال آیا کہ میں بے نمازی دنیا سے چلا گیا تو مولانا صاحب میرا جنازہ ہرگز نہیں پڑھائیں گے۔ اللہ رب العزت کی مہربانی سے میں نمازی بن گیا۔ اللہ کریم مولانا مرحوم کو جزائے خیر عطا کرے اور ان کے درجات بلند کرے، آمین۔

مولانا عثمانی مرحوم اپنی مجالس میں مولانا عبدالعزیز چورہٹوی ڈیروی و اعظ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس، مولانا حافظ عبدالرحمن چنگوانی، مولانا عبدالنواب محدث ملتان، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا سید محمد داود غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا ظفر علی خان، مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری اور مولانا عبدالحق محدث ریاستی رحمہ اللہ اور اپنے اساتذہ، رفقاء اور دیگر علماء کا تذکرہ خصوصیت سے کیا کرتے تھے اور ان بزرگوں کے حالات و واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔

مولانا عثمانی مرحوم کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ جو بھی کتاب زیر مطالعہ آتی اُس کو صفحہ اوّل سے آخر تک مکمل پڑھتے۔ لاکھوں روپے مالیت کی ایک عظیم ذاتی لائبریری تھی جو ان کی وفات کے بعد جامعہ سلفیہ فیصل آباد کو عطیہ میں دی گئی۔

مولانا ابوحفص عثمانی مرحوم گردے کے مریض تھے۔ میاں فضل حق مرحوم نے ان کو لاہور علاج کے لیے بلا لیا اور بھر پور تعاون فرمایا۔ طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا، پھر گھر واپس آ گئے۔ ۱۹۸۱ء میں مولانا عثمانی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا نہایت بردبار اور ہنس مکھ عالم دین تھے۔ اُن کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں جماعتی احباب شریک ہوئے اور وہ دائرہ دین پناہ، ضلع مظفر گڑھ کی بستی آڑہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه .



دینی دنیاوی

تعلیم کے نام پر طلبہ کیلئے باوقار و روشن مستقبل

ہمارے پیرائے میں تعلیم و تدریس
فوق العادہ کیلئے طالبان
عالیہ شریعت کی تعلیم و تدریس
کیلئے باوقار و روشن مستقبل

قسم التدریس اسلامیات و اسلامیات و اسلامیات

درس نظامی کے ساتھ ساتھ
میٹرک تا بی اے تک تعلیمات

مفت تعلیم کے
اگر آپ میں
اعتدال کا جذبہ

جامعہ کا پیشانی

مدرسہ نیو سٹی میں ششہ

7 سالوں 27 طاہرہ داخلہ

جامعہ کی
عالمیہ کی مسکن
وفاق کی مسکن کیلئے ایم اے عربی
ایم اے اسلامیات

2005ء جولائی 1426ھ 2 طلبہ

2006ء جولائی 1427ھ 2 طلبہ

2007ء جولائی 1428ھ 6 طلبہ

2008ء جولائی 1429ھ 7 طلبہ

2009ء جولائی 1430ھ 3 طلبہ

2010ء جولائی 1431ھ 4 طلبہ

2011ء جولائی 1432ھ 2 طلبہ

بسم اللہ (ایم اے) میں 1 طالب علم

دانش

10 شوال 1432ھ

عالمہ محمدی رحمہ اللہ

حافظہ احمد حقیق

عظیم الشان جامعہ مجاہدین و خیرات کی ششہ کیلئے باوقار و روشن مستقبل

اور کمرہ ماحول کی ششہ کیلئے باوقار و روشن مستقبل

سعودی یونیورسٹی کی ششہ کیلئے باوقار و روشن مستقبل

اور جامعہ ام القریٰ کی ششہ کیلئے باوقار و روشن مستقبل

حافظہ عبد الحمید

جامعہ جامعہ جامعہ جامعہ

0544 613672 613671

شراط داخلہ

داخلہ کے وقت والد یا سرپرست کا ہتھوڑا آنا لازمی ہے

امیدوار کا پرانہ ہی پاس اور ساظم قرآن پڑھا ہونا ضروری ہے

مڈل پاس اور حافظہ قرآن کو ترجیح دی جائے گی

15 ذوالقعدہ 1432ھ (1436) تا 20 اکتوبر 2011ء

کلمہ حق

انتہا ظالم کے ظلم کی کبھی ہوتی نہیں
دعا مظلوم کی بھی رد کبھی ہوتی نہیں
قبول ہونے میں دیر اگرچہ ہو جاتی ہے
ظالم کو مگر اس کے انجام تک پہنچاتی ہے
ظلم انسان کو اندھا ایسے کر دیتا ہے
اندھیرا رات کا جیسے ہر شے پر چھا جاتا ہے
ہر رات کے بعد اجالے نے تو آنا ہوتا ہے
تاریکی کے ہر نشان کو اس نے مٹانا ہوتا ہے
مظلوم مظاہرہ صبر کا جب کرتا ہے
رب العزت سہارا اس کا بن جاتا ہے
مسلمان رب اپنے سے مایوس کبھی ہوتا نہیں
وہ بھی مایوس اس کو کبھی کرتا نہیں
اپنے بندوں کی مدد کرتا رہا ہے وہ سدا
وعدہ نصرت جسے وہ نبھاتا آیا ہے
اپنے ایمان کو مگر مضبوط کرنا چاہیے
ظالم کے ظلم کو مٹانے میں کوشاں رہنا چاہیے
کلمہ حق کہتے رہنا بھی تو ہے افضل الجہاد
غلبہ حق کی یہی اصل بنیاد ہے

(مولانا فضل الرحمن بن محمد)